الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۲؍ دسمبر ۲۰۰۳ء | ۱۸؍ شوال ۱۴۲۴ ہجری قمری — ۱۲؍ فتح ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۵۰

یتیموں اور بیواؤں کا سرپرست

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے یہ شعر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پڑھا:

وَاَبۡیَضَ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡھِہٖ رَبِیۡعُ الۡیَتَامٰی عِصۡمَۃٌ لِّلۡاَرَامِلِ

یعنی اے سفید نورانی چہرے والے شخص جس کے منہ کا واسطہ دے کر بادل سے بارش مانگی جاتی ہے وہ یتیموں کے لئے موسم بہار اور بیواؤں کے لئے عزت کا محافظ ہے۔

اس پر حضرت ابوبکرؓ فوراً بول اٹھے کہ بخدا یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے۔ وہی اس شعر کے مصداق ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

خدائی تقدیر کے تحت منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اراکین مجلس انتخاب خلافت سے پرسوز تاریخی خطاب

آپ سے درخواست ہے دعاؤں کے ذریعہ میری مدد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ آپ لوگوں کے لئے دعا کرسکوں۔ جو عہد ابھی کیا ہے اس پر پورا اتر سکوں۔

میری گردن اب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ براہ راست خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
اللہ تعالیٰ مجھے محض اور محض اپنے فضل سے ان کاموں کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے کام ہوں۔

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت خامسہ کے نہایت ہی بابرکت منصب جلیلہ پر متمکن ہونے کے فوراً بعد مورخہ ۲۲؍ اپریل ۲۰۰۳ء بروز منگل بعد نماز مغرب وعشاء مسجد فضل لندن میں اراکین مجلس انتخاب خلافت سے بیعت لینے سے قبل رات دس بجکر پچاس منٹ پر جو مختصر، جامع اور نہایت پُرسوز خطاب فرمایا وہ ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔ (سیکرٹری مجلس شوریٰ۔انتخاب خلافت)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے حلف اٹھانے کے بعد وہیں کھڑے کھڑے دس بجکر پچاس منٹ پر اراکین مجلس خلافت سے خطاب فرمایا۔ سب سے پہلے آپ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی۔ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے دوران آپ نے ﴿اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ، صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ﴾ کے الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ بعد ازاں فرمایا:

’’آج جس کام کے لئے یہاں مجھے لایا گیا ہے قطعاً اس کا علم نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم و عرفان کو آپ سنتے رہے، دیکھتے رہے۔ خاکسار میں تو کسی بھی قسم کا علم نہیں ہے۔ بہرحال یہاں کیونکہ قواعد میں کسی قسم کی معذرت کی اجازت نہیں اس لئے خاموشی سے اس کو قبول کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ آپ لوگوں سے یہ درخواست ہے کہ اگر خدا کو حاضر ناظر جان کر اس یقین کے ساتھ کہ خاکسار یہ فریضہ ادا کرسکتا ہے خاکسار کو اس مقصد کے لئے، اس کام کے لئے مقرر کیا ہے تو آپ سے درخواست ہے میری مدد فرمائیں دعاؤں کے ذریعہ۔ نہایت عاجز انسان ہوں۔ دعاؤں کے بغیر یہ سلسلہ چلنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ آپ لوگوں کے لئے دعا کرسکوں۔ جو عہد ابھی کیا ہے اُس پر پورا اتر سکوں۔ اور آپ لوگوں سے بھی درخواست ہے کہ دعاؤں سے، دعاؤں سے، بہت دعاؤں سے میری مدد کریں۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے الفاظ میں ہی ایک فقرہ اور کہتا ہوں کہ میری گردن اب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ براہ راست خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے محض اور محض اپنے فضل سے ان کاموں کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے کام ہوں۔ آمین‘‘۔

جمعہ عید کا دن ہے اس کا ادا کرنا ہم پر دین نے واجب کیا ہے

جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھیں اور خدا کے حضور دعائیں کریں

جمعہ کی اہمیت، فرضیت، آداب اور جمعۃ الوداع کی حقیقت پر ایمان افروز بیان

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۱؍ نومبر ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۱؍ نومبر ۲۰۰۳ء) : سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ الجمعہ کی آیات کی تلاوت کی اور فرمایا کہ آج رمضان کا آخری جمعہ ہے جس کے لئے جمعۃ الوداع کی اصطلاح چل پڑی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے بارہ میں غلو سے کام لیا ہے اور اس کو پڑھنے سے سارے گناہ معاف سمجھ لیتے ہیں گویا اسے پڑھنے سے ساری عمر کی نمازوں کی چھٹی ہوگئی۔ بعض احمدی بھی لاشعوری طور پر جمعۃ الوداع کے اس تصور کے قائل ہوتے ہیں اس کا اندازہ جمعۃ الوداع کی حاضری سے لگایا جاسکتا ہے۔ تمام جمعے ہی فرض ہیں اور سب کی اہمیت ایک جیسی ہے۔ اور نماز پنجوقتہ فرض ہے۔ اس لئے ہر جمعہ پر حاضر ہونے کا عہد کریں۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کبائر سے بچنے کے لئے پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان کفارہ ہوتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

غرباء کے ساتھ مستقل تعلق قائم رکھتے ہوئے انہیں ان کے پاؤں پر کھڑا کریں

عید کی حقیقی خوشی تب ملے گی جب عہد کریں کہ ہم نے اپنی نیکیوں کو مزید بڑھانا ہے

عیدالفطر کے موقع پر نیکیوں کو جاری رکھنے کا عزم اور غرباء سے سچی ہمدردی کے موضوع پر ایمان افروز خطبہ عید

(خلاصہ خطبہ عیدالفطر ۲۶؍ نومبر ۲۰۰۳ء)

(بیت الفتوح ۔ مورڈن لندن ۲۶؍ نومبر ۲۰۰۳ء): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج نماز عیدالفطر مسجد بیت الفتوح مورڈن (لندن) میں پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ الفجر کی آیات ۲۸ تا ۳۱ کی تلاوت فرمائی اور اس کے ترجمہ کے بعد فرمایا کہ ہر مذہب میں خوشی کے تہوار منائے جاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ شور شرابے اور بگاڑ کے باوجود وہ اپنے غریبوں کے لئے پیسے اکٹھے کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ ہمارے دین میں عید شور شرابے، اچھے کپڑے پہننے یا کھانے پینے کے لئے نہیں بلکہ یہ اس قربانی کے اظہار کے لئے ہے جو اللہ کے احکامات کی پابندی کرکے دی جاتی ہے۔ ہم اللہ کی رضا کی خاطر رمضان میں اپنے اوپر پابندیاں لگاتے ہیں تا اس کے فضلوں کو سمیٹیں۔

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

بنگلہ دیش میں جماعت احمدیہ کی مخالفت میں شدّت

امام مسجد کو شہید کر دیا گیا۔احمدی مسلمانوں کا شدید سوشل بائیکاٹ۔احمدیہ مساجد پر بار بار حملے

(پریس ڈیسک): بنگلہ دیش سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مولویوں نے ملک کے کئی حصوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا ہے۔

ضلع کشتیہ میں اُتّر بھوانی پور گاؤں میں جماعت اسلامی کے ایک مولوی عبدالرزّاق کے فتوے کے بعد کہ احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ان سے ہر قسم کے تعلقات ختم کئے جائیں اور احمدی بچوں کو سکول میں تعلیم نہ دی جائے وغیرہ،احمدی گھروں کا شدید بائیکاٹ کیا گیا۔ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ احمدیت کو چھوڑ دیں۔ چھ احمدی گھرانے صورت حال کے پیش نظر گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے جبکہ بقیہ افراد اپنے اپنے گھروں میں قید ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کو قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔

ضلع جیسور میں رگھوناتھ پور باکر گاؤں میں جماعت احمدیہ کی مسجد پر ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو بعد از نماز جمعہ ایک ہجوم نے جس کی قیادت ملّاں کر رہے تھے حملہ کر دیا اس وقت صدر جماعت شاہ عالم صاحب جو امام مسجد بھی تھے کئی احباب کے ساتھ مسجد میں موجود تھے۔حملہ آوروں نے تمام کو زدوکوب کیا۔شاہ عالم صاحب زخموں کی تاب نہ لا کر ہسپتال کے رستہ میں ہی فوت ہو گئے۔حملہ آوروں نے مسجد اور شاہ عالم صاحب کے گھر میں توڑ پھوڑ کی اور فرار ہو گئے۔پولیس نے اس سلسلہ میں ابھی کوئی گرفتاری نہیں کی۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء کو مجلس ختم نبوّت کے مولویوں کی قیادت میں ایک ہجوم نے جس میں ۵۰۰ کے لگ بھگ لوگ شامل تھے تیج گاؤں میں نخل پارہ کے مقام پر واقع جماعت احمدیہ کی مسجد پر حملہ کر دیا۔مگر پولیس نے ان کو مسجد سے دور روکے رکھا۔جمعۃ الوداع کے دن ہجوم نے ایک بار پھر احمدیہ مسجد پر حملہ کر دیا اور اعلان کیا کہ چونکہ احمدی مسلمان نہیں ہیں اس لئے ان کو مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں لہٰذا ہم اس پر قبضہ کریں گے۔حملہ کے نتیجہ میں متعدد افراد پولیس کے اہلکاروں سمیت زخمی ہو گئے۔احباب جماعت سے بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔

بقیہ:خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

دنوں میں سے بہترین جمعہ کا دن ہے۔اس دن آدم پیدا ہوئے اور جنت میں داخل ہوئے۔اس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس وقت بندہ جو مانگتا ہے قبول ہوتا ہے۔اس دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجو۔قیامت کے دن لوگ جنت میں جمعوں پر آنے کے حساب سے بیٹھیں گے۔جمعہ عید کا دن ہے اس دن غسل کریں،خوشبو لگائیں اور مسواک کو لازم کر لیں۔جمعہ پر امام کے قریب بیٹھا کرو۔جس نے بغیر وجہ کے متواتر تین جمعے چھوڑ دئے تو اللہ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ہر مومن پر جماعت کے ساتھ جمعہ واجب ہے۔خطبہ جمعہ کے دوران بولنا منع ہے حتی کہ دوسرے کو خاموش بھی اشارے سے کرنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے آداب کے بارہ میں وضاحت فرمائی کہ تاخیر سے نہیں آنا چاہئے بلکہ پہلے آئیں اور امام حالات اور موسم کے مطابق خطبہ دیا کریں۔جمعہ پر تاخیر سے آنے کی سوچ خطرناک ہے کیونکہ اس کے ثواب میں بھی اونٹ اور مرغی کے انڈے کے برابر کا فرق ہے۔بچوں کو آداب سکھائیں کہ وہ باتیں نہ کریں اور چھوٹے بچوں کو نہ لے کر آئیں۔جمعہ کے ساتھ دعا اور ذکر الٰہی کا بہت گہرا تعلق ہے۔دعاؤں پر بہت زیادہ توجہ دیں۔اپنے لئے بھی،جماعت کے لئے بھی اور بے کس احمدیوں کے لئے بھی دعائیں کریں۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دعا کرنے والے کو اللہ معجزہ دکھائے گا۔دعا سے انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے اس میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور پھر خدا کی اس پر تجلی ہوتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا بنا دیتی ہے۔پس ہمارا بچہ، جوان،بوڑھا مرد اور عورت خدا کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کریں،راتوں کو زندہ کریں اور دنوں کو ذکر الٰہی سے تر کریں۔اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے،ہمارے مظلوم بھائیوں پر رحم کرے،مخالفوں کو سمجھ دے،شیطان صفت لوگوں کو انسان بنا دے،وہ احمدی جو تنگی میں رہ رہے ہیں ان کو آزادی نصیب کرے۔اللہ تعالیٰ رمضان کے فضلوں کو جاری رکھے اور ہماری دعائیں قبول فرمائے۔آمین

خصوصی دعا کی تحریک

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو آج کل خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔﴾ (آل عمران:۹)

(ترجمہ): اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

اسلام احمدیت،اسلام احمدیت

(ایک ترانہ نینا رحمٰن کے لئے)

اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت

باہر بھی ہو اُجالا دل میں بھی روشنی ہو
جنت نشاں بنا دے جس تس کی زندگی ہو
حسن عمل کی تنہا وارث یہی صداقت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

باد صبا کی صورت گلپوش راستے سے
آواز آ رہی ہے قرآں کے میکدے سے
ساغر اٹھائیں پیاسے مینا بکف ہے قدرت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

دیکھو مسیحؑ آیا ہم نے یہ وقت پایا
توحید چیز کیا ہے دنیا کو پھر دکھایا
جاں دے کے بھی نبھائی ختم الرسلؐ کی سنت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

سب کے لئے محبت ، نفرت نہیں کسی سے
دیں کی یہی ہے فطرت انسانیت یہی ہے
ہر سمت گونجتی ہے اس کی صدائے الفت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

موعود منزلوں تک صدیوں کی تھی مسافت
آخر ہمیں عطا کی مولیٰ نے پھر خلافت
دامن میں ہیں اسی کے گل ہائے عزّ و عظمت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

جانیں ہتھیلیوں پر لے کر نکلنے والو
انگار و خار پر بھی چپ چاپ چلنے والو
کارِ جنوں ریاضت ، کارِ وفا اطاعت
باقی سبھی فسانے ، زندہ یہی حقیقت
اسلام احمدیّت ، اسلام احمدیّت

(جمیل الرحمن -ھالینڈ)

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ء

احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟

(عطاء المجیب راشد۔ لندن)

تیسری اور آخری قسط

مالی قربانیاں

دینی ضروریات کی خاطر اپنے اموال کو راہ خدا میں خرچ کرنا ایمان کی ایک نشانی ہے جو مومنوں کی ایک امتیازی علامت ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ محنت سے کمائی ہوئی دولت کو خرچ کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ قلبی بشاشت اور شرح صدر عطا نہ کرے اس میدان میں قدم رکھنا کچھ آسان بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی کسی مسلمان جماعت میں منظّم، مستقل اور مسلسل مالی قربانی کا نظام اس شان سے نظر نہیں آتا جیسا کہ جماعت احمدیہ میں۔

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے احمدیوں کو مالی قربانیوں کا ایسا حوصلہ عطا کیا ہے کہ وہ پوری بشاشت کے ساتھ دل کھول کر نیکی کے میدانوں میں اترتے ہیں اور مومنانہ مسابقت کے ایسے حیران کن نمونے پیش کرتے ہیں کہ مادہ پرست لوگ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مادیت کے اس دور میں اس انداز میں قربانیاں کرنا صرف عالمِ احمدیت میں نظر آتا ہے اور یہ ہے وہ عظیم جذبہ اور قابل تقلید نمونہ جو جماعت احمدیہ نے دنیا کو عطا کیا ہے!

حق یہ ہے کہ احمدیوں نے قرون اولیٰ میں صحابہ کرام کے نمونوں کو زندہ کر دیا ہے حضرت مولانا نور الدینؓ نے اپنا سارا مال دیکر صدیقیت کے نمونہ کو زندہ کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ اپنی مالی قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔

(بحوالہ الفضل قادیان ۱۱ جنوری ۱۹۲۷)

میاں شادی خان صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان بیچ کر ساری کی ساری رقم چندہ میں پیش کر دی۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والا نمونہ دکھایا ہے۔ جب آپ نے یہ سنا تو گھر آئے اور گھر میں جو چارپائیاں تھیں ان کو بھی فروخت کر ڈالا اور ساری رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔

(بحوالہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳ نیز الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۲۰)

بابو فقیر علی صاحبؓ کے پاس چندہ لینے والے آئے تو اس وقت نقد رقم تو موجود نہ تھی، تھوڑا سا آٹا موجود تھا وہی چندہ میں دے دیا اور خود رات بھوکے سو رہے۔ نام و نمود سے استغناء کا یہ عالم کہ ایک کروڑ روپیہ خاموشی سے ایک احمدی نے خلیفۂ وقت کو دیا اور عرض کیا کہ کسی سے اس کا ذکر تک نہ ہو، جس نیک جماعتی کام میں چاہیں استعمال میں لائیں۔ مالدار اس جذبہ سے لاکھوں اور کروڑوں دیتے ہیں کہ یہ سب خدا کا دیا ہوا تھا اس کی راہ میں دینے کی توفیق ملی تو یہ بھی خدا کا احسان ہے۔ غریب بھی اس میدان میں کسی طرح پیچھے رہنے والے نہیں۔ بچوں کی ضروریات کو پس پشت ڈال کر فاقہ کر کے، پیسہ پیسہ جوڑ کر چندہ دینے کی مثالوں سے تاریخ احمدیت بھری پڑی ہے۔

مرد عورتوں سے سبقت کی کوشش میں رہتے ہیں اور عورتیں مردوں کو مات دینے کے انتظار میں۔ مسجدوں کی تعمیر کا موقع آنے پر جس طرح مرد اپنی جیبیں خالی کرتے ہیں اسی طرح عورتیں اپنے طلائی زیورات اس طرح پھینکتی نظر آتی ہیں جیسے ان قیمتی زیورات کی کوڑی برابر قیمت نہ ہو۔ مسجد فضل لندن ہو یا مسجد بیت الفتوح، مسجد بیت الاسلام ہو یا مسجد بیت الرحمٰن۔ دنیا میں کسی مسجد کی تعمیر کا موقع ہو، عورتوں کی طرف سے زیورات کی موسلا دھار بارش ہونے لگتی ہے۔

قادیان کے ایک درویش کا عاشقانہ انداز قربانی ایسا ہے کہ روح پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ شمس الدین صاحبؓ درویش جسمانی طور پر معذور تھے سارا وقت ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں پڑے رہتے۔ نظام وصیت ۱۹۰۵ء میں شروع ہوا۔ یہ ۱۹۱۹ء میں اس میں شامل ہوئے لیکن اس اپاہج اور معذور لیکن دل کے غنی اور فداکار کا نمونہ دیکھئے کہ آپ نے ۱۹۰۱ء سے چندہ وصیت دینا شروع کیا۔ اور نہ صرف ساری زندگی ادا کیا بلکہ آئندہ سالوں کا چندہ بھی دیتے رہے اور ۱۹۹۰ء تک کا چندہ وصیت ادا کر دیا جبکہ ان کی وفات ۱۹۵۰ء میں ہوگئی۔ گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہے تھے کہ کاش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اولین احمدیوں میں شامل ہوتا اور کاش میں ۱۹۹۰ء تک زندگی پا کر اسلام کی خدمت کرتا چلا جاتا۔ قربانی کا یہ بے مثال جذبہ ایک ایسے شخص کا ہے جو معذور تھا۔ چل پھر بھی نہ سکتا تھا، پہلو تک نہیں بدل سکتا تھا۔ زبان میں بھی لکنت تھی لیکن اس فدائی کا دل کتنا متحرک اور جذبۂ قربانی سے پُر تھا۔

(بحوالہ 'وہ پھول جو مرجھا گئے' از چوہدری فیض احمد گجراتی حصہ اول صفحہ ۶۰ تا ۶۲)

قادیان کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ خلافت ثانیہ میں ایک غریب خاتون کی قربانی کا واقعہ میری والدہ محترمہ نے کئی بار سنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ مالی قربانی کی تحریک فرما رہے تھے اور یہ غریب اور نادار خاتون اس بات پر بے چین ہو رہی تھی کہ مالدار لوگ تو قربانیاں کر رہے ہیں اور میں محروم رہی جاتی ہوں۔ سخت بے چینی میں اٹھ کر گھر آئی۔ گھر کی چیزیں بیچ کر تو پہلے ہی چندہ دے چکی تھی، صحن میں مرغی نظر آئی وہی لا کر حضور کے سامنے پیش کر دی۔ پھر بے تاب ہو کر گھر گئی اور دو تین انڈے اٹھا کر لے آئی۔ قربانی کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ آرام سے بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ادھر حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب جاری تھا۔ وہ اٹھی اور گھر آ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کچھ ملے تو جا کر وہ بھی پیش کر دوں۔ خاوند ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اب کیا ڈھونڈتی ہو، گھر میں تو کچھ بھی نہیں رہا۔ اس خدا کی بندی نے جو اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرنے کی قسم کھا چکی تھی بڑے غصہ سے کہا:

''چپ کر کے بیٹھے رہو۔ میرا بس چلے تو میں تمہیں بھی بیچ کر چندہ میں دیدوں!''۔

یہ ہے وہ سچی تڑپ جو جماعت احمدیہ کے ہر مرد و زن کا امتیاز ہے اور یہ ہے وہ جذبہ قربانی جس کا نمونہ جماعت نے دنیا کو عطا کیا ہے!۔

اولاد کی قربانی

اولاد کو راہِ خدا میں قربان کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ اسکی عظمت اور حقیقت وہی جان سکتا ہے جو اس راہ سے گذرا ہو۔ ایک ماں کے لئے اس سے بڑی قربانی تصور نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے جگر گوشے کو موت کے منہ میں جانے کے لئے بے خطر پیش کر دے۔ احمدیت کی تاریخ گواہ ہے کہ احمدی ماؤں نے اس میدان میں وہ نمونے دنیا کو عطا کیئے کہ دنیا کی تاریخ ان سے محض نا آشنا ہے۔ ایسی مائیں بھی ہیں جنہوں نے اپنے ایک، دو یا تین نہیں بلکہ چاروں کے چاروں بیٹوں کو راہ خدا میں پیش کر دیا اور وہ مائیں بھی ہیں جنہوں نے اپنی کل کائنات، اپنا اکلوتا بیٹا اس راہ میں پیش کر دیا۔ روتے ہوئے نہیں۔ ہنستے ہوئے، مسکراتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے۔ گوجرانوالہ کی اس بہادر ماں کو تاریخ کیسے بھلا سکتی ہے جس نے ایک عجیب شان سے اپنے بچوں کو شہادت کے لئے پیش کیا۔ جس دن یہ اندازہ تھا کہ آج شہادت کی گھڑی آنے والی ہے یہ شیر دل ماں بجائے ڈرنے، چھپنے اور رونے کے، اپنے جگر گوشوں کو نہلانے دھلانے اور صاف ستھرے کپڑے پہنانے میں مصروف تھی کہ اگر شہادت کا وقت آجائے تو یہ خوبصورت معصوم بچے ایک مومنانہ شان سے سجے سجائے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں!

خلافت ثانیہ میں ایک موقع پر وطن عزیز پاکستان کے دفاع کے لئے نوجوانوں کی ضرورت تھی حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی نوجوانوں کو پاکستانی فوج میں شامل ہونے کی تحریک کی۔ حالات ایسے تھے کہ ان دنوں فوج میں بھرتی ہونا گویا اپنے آپ کو موت کے مونہہ میں دھکیلنے والی بات تھی۔ ایک جگہ جب یہ پیغام پہنچایا گیا تو فوری طور پر سناٹا چھا گیا۔ کوئی ایک نوجوان بھی نام لکھوانے کے لئے آگے نہ بڑھا۔ وہاں ایک بیوہ عورت بیٹھی تھی۔ اس بیچاری کا ایک ہی بیٹا تھا۔ آئندہ اولاد کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ خلیفہ وقت کی تحریک سن کر خدا کی بندی تڑپ اٹھی۔ خدا اور رسول کے نام پر قربانی کی تحریک ہو، خلیفہ وقت کی طرف سے ہو اور یہ خاموشی؟۔ اس شیرنی نے اپنے بیٹے کو آواز دیکر کہا:

''او فلانیا! تو بولتا کیوں نہیں۔ کیا تو نے سنا نہیں کہ خلیفۂ وقت نے احمدی نوجوانوں کو بلایا ہے؟''

سعادت مند بیٹے نے فوراً اپنا نام پیش کر دیا۔

کوئی ہمیں دکھائے کہ باقی دنیا میں کہاں ہیں ایسی مائیں جو دین کی خاطر اس طرح اپنے جگر گوشوں کو پیش کرتی ہیں۔ یہ اعزاز صرف احمدی ماؤں کو حاصل ہے جو دین کی خاطر اپنا سب کچھ مولیٰ کے حضور حاضر کرنے کا سچا عہد کرتی ہیں اور وقت آنے پر اس عہد کو سچ کر دکھاتی ہیں۔ اس بیوہ خاتون نے جس والہانہ جذبہ سے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربانی کے لئے پیش کیا، حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ سنا تو یوں دعا کی:

''اے میرے رب! یہ بیوہ عورت اپنے اکلوتے بیٹے کو تیرے دین کی خدمت کے لئے یا مسلمانوں کے ملک کی حفاظت کے لئے پیش کر رہی ہے اے میرے ربّ! اس بیوہ عورت سے زیادہ قربانی کرنا میرا فرض ہے۔ میں بھی تجھ کو تیرے جلال کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر انسانی قربانی کی ضرورت ہو تو اے میرے رب! اس کا بیٹا نہیں میرا بیٹا مارا جائے''

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ ۱۱۴ بار اوّل مطبوعہ ۱۹۷۲)

قربانیوں کے وسیع میدان

جماعت احمدیہ ساری دنیا میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کی علمبردار تحریک ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی اصلاحِ خلق کی خاطر کوئی تحریک اٹھی تو اسے ہمیشہ قربانیوں کے طویل صبر آزما راستوں سے گزرنا پڑا۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کے فدائی صحابہ نے اس میدان میں جو اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے اسی نمونہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ نے اس دور میں پھر سے زندہ کر دیا ہے۔

قربانی کے میدان میں جان کی قربانی سب سے عظیم قربانی ہے۔ زندگی کی دولت ہر انسان کو صرف ایک بار ملتی ہے اور یہ اس کی عزیز ترین متاع ہوتی ہے۔ اس کی قربانی گویا قربانیوں کی معراج ہے جماعت احمدیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میدان میں بھی اس نے صحابہ کرام کے اسوہ کو زندہ کر دکھایا اور عملی طور پر ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ دورِ آخرین میں صحابہ کی مثیل جماعت ہے۔

جان کی قربانی کا ذکر آتے ہی ذہن میں سب سے پہلے حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے جن کو احمدیت قبول کرنے کی پاداش میں افغانستان میں شہید کر دیا گیا۔ مرحوم کے گلے میں کپڑا ڈال کر نہایت بے دردی سے گلا گھونٹا گیا اور آپ نے احمدیت کے شہیدِ اول ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ نے غیر معمولی استقامت اور شان سے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں بزرگ انسانوں کی شہادت کی تفاصیل اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائیں اور فرمایا:

''اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔''

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ جلد ۲۰، تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۰)

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ علمی فضیلت اور تقویٰ کی وجہ سے سرزمینِ کابل کے پیشوا تھے' ہزارہا لوگ آپ کے معتقد تھے، آپ ریاست کے بازو تھے اور علمائے کابل میں آفتاب کی طرح تھے۔ جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو حق سمجھ کر قبول کیا اور افغانستان

واپس گئے تو آپ کو اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ چار ماہ قید با مشقت کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں ایک من 24 سیر وزنی زنجیر میں آپ کو باندھا گیا۔ پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی ڈالی گئی۔ آپ لاکھوں کی جاگیر کے مالک اور ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے۔ ان سب مصائب کو بڑی استقامت سے برداشت کیا۔ امیر نے آپ کو بار بار احمدیت چھوڑنے کی ترغیب دلائی، باعزت رہائی اور انعام و اکرام کا وعدہ کیا لیکن کوئی لالچ اور کوئی وعدہ اس کوہِ استقامت کو ذرا بھی جنبش نہ دے سکا۔ ہر بار آپ کا جواب یہی ہوتا کہ:

مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ مَیں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ جس کو مَیں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی، اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا۔ اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اُس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے طیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا‘‘

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ جلد ۲۰، تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۲)

اور بالآخر وہ دن آ گیا...... آج سے ٹھیک ایک سو سال قبل ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء جب اس بزرگ اور فاضل مردِ خدا پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ ناک میں چھید کر کے رسی ڈالی گئی اور اِس حالت میں ایک جانور کی طرح کھینچ کر سرِ عام مقتل لایا گیا۔ کیا دردناک نظارہ تھا کہ ظالم اس معصوم انسان پر ہر طرف سے گالیاں اور لعنتیں برسا رہے تھے جبکہ آسمان سے فرشتے اس بزرگ انسان کی استقامت اور عظمت پر آفرین آفرین کہہ رہے تھے۔ وہ ایسا کوہِ وقار تھا کہ کسی لالچ یا خوف کے آگے ذرا بھی خم نہ ہوا۔ ظالموں نے اس معصوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ مقدس انسان پتھروں کے ڈھیر میں دب کر نظروں سے غائب ہوگیا۔ شہید مرحوم نے شہادت کا جام پی کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔ اپنی جان دے کر جرأت و استقامت کی ایسی مثال قائم کی جس نے آنے والوں کو یہ نمونہ دیا کہ کس طرح ایمان اور حق و صداقت کی خاطر جانوں کے نذرانے دیئے جاتے ہیں۔

شہادت کی جو شمع اس شہید مرحوم نے روشن کی وہ تاریخ احمدیت کے ہر دور کو منور کرتی رہی ہے۔ آج تک ۲۱۰ سے زائد ایسے پاکباز وجود ہیں جنہوں نے اس راہ پر چل کر شہادت کا جام نوش کیا۔ آسمان احمدیت کے ستارے، یہ وہ خوش قسمت زندہ لوگ ہیں جنہوں نے احمدیت کی صداقت پر اپنے مقدس خون سے مہریں ثبت کیں اور حیاتِ سرمدی کے وارث قرار پائے۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

شہادت کا مرتبہ پانے والوں کے ساتھ ساتھ اسیران راہ مولیٰ بھی اسی مقدس راہ پر گامزن ہیں۔ ان قیدیوں کی استقامت بھی ایک کرامت ہے۔ ایک عظیم نشان ہے اور تابندہ ثبوت ہے احمدیت کی صداقت کا۔ ان معصوموں کو نہایت بے دردی سے تختہ مشق بنایا جاتا ہے لیکن یہ خدا کے بندے ان بیڑیوں کو چومتے ہیں جو راہ مولیٰ میں ان کو نصیب ہوئیں۔ راہ مولیٰ میں صبر و استقامت دکھانے والے اور ظلم و ستم پر مسکرانے والے یہ فرزانے دنیا میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتے سوائے احمدیت کے۔

تبلیغ اسلام کا جذبہ اور قربانیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی مولوی فتح دین صاحبؓ دھرم کوٹی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جیسے کہ ماہئی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکرمند ہوا۔ اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’میاں فتح دین! کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔ اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آ رہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے‘‘۔

(سیرت المہدی مطبوعہ قادیان ۱۹۳۹ حصہ سوم صفحہ ۲۹)

یہ کیفیت تھی اس مبارک وجود کی جس نے زندگی کا لمحہ لمحہ اس راہ میں قربان کر دیا۔ دن رات خدمت اسلام میں گزارنے کے باوجود رات بھی بے قراری میں گزرتی! آپ فرماتے ہیں:

’’ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں‘‘

(ملفوظات مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ جلد سوم صفحہ ۲۹۱۔۲۹۲)

آپ کی ساری زندگی اس جذبہ کے عین مطابق گزری اور آپ نے خدمتِ اسلام کی ہر راہ پر قدم مارا تبلیغ اسلام کا ہر وسیلہ اختیار کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہی جذبہ اور تڑپ اپنی جماعت کے اندر بھی کچھ اس انداز سے پیدا کر دی کہ خدمتِ دین کی یہ تڑپ جماعت کی پہچان بن گئی ہے۔ مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب جماعتِ احمدیہ کی اشاعتِ اسلام کے لئے تڑپ اور تبلیغی مساعی کے متعلق لکھتے ہیں۔

’’مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہوسکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا...... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔‘‘ (فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں از چوہدری افضل حق مطبوعہ کواپریٹو سٹیم پریس۔ وطن بلڈنگز لاہور صفحہ ۴۶)

یہ اشاعتی تڑپ جس کا غیروں کو بھی اعتراف ہے دراصل جماعت احمدیہ کا طرّہ امتیاز ہے۔ جماعت احمدیہ جس وسعت، شوکت، مستقل مزاجی اور کامیابی کے ساتھ دعوت الی اللہ کی مہم کو ساری دنیا میں جاری کئے ہوئے ہے اس کی مثال کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔ تبلیغ اسلام کا جذبہ اس جماعت کی سرشت میں داخل ہے اور ہر دل میں اسکی تڑپ اور لگن پائی جاتی ہے۔ یہ وہ عظیم دولتِ ایمان ہے جو احمدیت نے دنیا کو دی۔ خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا یہ بے مثال جذبہ ہے جس کا نمونہ احمدیت نے دنیا کو عطا کیا ہے!

ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کرنا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں۔ اس راہ میں جان، مال، وقت، عزت اور آرام ہر چیز کی قربانی دینی پڑتی ہے اور جماعت احمدیہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ نے ایسے مخلصین ہر دور میں عطا فرمائے جو اس مبارک راہ پر چلنے کا عزم لے کر بصد خلوص آگے آئے اور اپنی زندگیاں خلیفۂ وقت کے حضور پیش کر دیں۔ واقفین زندگی کا یہ وہ خوش قسمت گروہ ہے جس نے اپنی بے لوث قربانیوں اور دن رات کی محنت سے کفر کے ظلمت کدوں میں اسلام کی شمعیں فروزاں کیں۔ اسلام کے جانبازوں نے چلچلاتی دھوپ میں، بھوکے پیاسے، پیدل چل کر گاؤں گاؤں خدائے واحد کا پیغام پہنچایا۔ افریقہ کے جنگلات میں، درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا، دشمنوں کے ہاتھوں ماریں کھائیں۔ پتھروں اور خنجروں سے زخمی ہوئے اور طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنائے گئے لیکن تبلیغ کا علَم ہر حالت میں سربلند رکھا۔ یخ بستہ جیلوں میں ڈال کر ان کے سامنے سؤر کا گوشت رکھا گیا۔ موت کو ٹالنے کے لئے روٹی کے چند ٹکڑے پانی میں بھگو کر انہی پر گزارہ کرتے رہے۔ ایسی ایسی زہرہ گداز داستانیں ہیں کہ بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ہوا، لیکن احمدیت کے یہ مجاہد سپوت ہر حالت میں اسلام کی منادی کرتے رہے۔

یہ داستانِ عشق و وفا یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو شادی کے بعد جوان بیوی کو اکیلا چھوڑ کر دیار غیر چلے گئے۔ عرصہ کے بعد واپسی ہوئی تو جوان بیوی پر بڑھاپا چھا چکا تھا۔ کچھ وہ بھی تھے جو چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر گئے سالہا سال کے بعد واپس آئے تو خود اپنے بچوں کو بھی پہچان نہ سکے۔ ہاں ان مجاہدین میں ایسے وفا شعار بھی تھے کہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے روانہ ہوئے اور پھر دیار غیر میں ہی خبر سنی کہ والدین اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کچھ ایسے جانباز مجاہد بھی تھے جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے رخصت ہوئے اور پھر کبھی وطن لوٹ کر نہ آ سکے۔ اسی جہادِ کبیر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور آج بھی وہی سرزمین ان کی آخری آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔ جانثاری کی یہ داستانیں، قربانی کے یہ سچے واقعات اور عشق و وفا کے یہ زندہ نمونے اس دور میں صرف احمدیت میں نظر آتے ہیں۔

جانثاری اور سرفروشی کی یہ داستانیں صرف اسی حد تک نہیں بلکہ ایسے مجاہدین بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو عطا کئے ہیں جو ریٹائرمنٹ کے بعد آخری دم تک جماعتی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے ڈاکٹر ہیں جو سالہا سال تک طبی میدان میں انسانیت کی خدمت کرتے ہیں ایسے اساتذہ ہیں جو علم کی روشنی سے دنیا کو منور کرتے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقفین نو کی ایک عظیم فوج میدان عمل میں جانے کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ یہ وہ ننھے منے اسلام کے شیدائی ہیں جن کو ان کے والدین نے ان کی ولادت سے قبل وقف کیا اور خدمت دین کی غرض سے جماعت کے سپرد کر دیا۔ خلیفہ وقت نے ۱۹۸۷ میں پانچ ہزار واقفین نو کی خواہش ظاہر فرمائی۔ احمدی والدین نے والہانہ طور پر اس تحریک پر لبیک کہا اور آج ان مجاہدین کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۶۳۲۱ تک پہنچ چکی ہے!

خدا کی راہ میں زندگیاں وقف کرنے کا یہ سلسلہ در سلسلہ نظام بھی ایک اور عطائے عظیم ہے جو احمدیت نے دنیا کو دی۔ کوئی بتائے کہ اس طرح اپنا سب کچھ دیکر جنت کے خریدار دنیا میں اور کہاں ہیں؟

قبولیت دعا کا عرفان اور تجربہ

قبولیت دعا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک ثبوت بھی ہے اور مومنین کے ازدیادِ ایمان کا ذریعہ بھی۔ احمدیت نے اہل دنیا کو یہ نوید سنائی کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے جو بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے، ان کا جواب دیتا ہے اور پھر قبولیتِ دعا کے شیریں ثمرات عطا کرتا ہے۔ جس تحدی، جلال اور یقین کے ساتھ احمدیت نے اس بات کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور جس کثرت اور تواتر سے عالم احمدیت میں قبولیتِ دعا کے زندہ نشانات ظاہر ہوئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں اس کی مثال ساری دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔ احمدیت ہی نے دنیا کو قبولیتِ دعا کا حقیقی عرفان عطا کیا اور اسکی تازہ بتازہ تجلیات کے نمونے اس کثرت سے دکھائے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ حق یہ ہے کہ آج دنیا میں کوئی احمدی خاندان ایسا نہیں ہوگا جس نے بالواسطہ یا بلاواسطہ قبولیتِ دعا کا مشاہدہ یا تجربہ نہ کیا ہو۔ دعا پر سچا یقین اور قبولیتِ دعا کا ذاتی تجربہ تو گویا ایک احمدی کی زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی اس کوچے سے آشنا ہے۔ عالمِ احمدیت میں جس محبت اور شوق اور تواتر سے ہر گھر میں دعا اور اسکی قبولیت اور افادیت کا تذکرہ چلتا ہے باقی ساری دنیا میں مجموعی طور پر بھی اتنا ذکر نہیں ہوتا۔ مرد اور عورتیں ہی نہیں چھوٹے بچے بھی اس مزے سے آشنا ہیں۔ لاریب دعا کی یہ کیفیت، اس کا عرفان اور اس قدر تجربہ دنیا میں کسی اور جماعت کو اس رنگ میں نصیب نہیں!

دعا کیا ہے اور اور اسکی تاثیرات اور برکات کیا

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

احباب جماعت نے خدمت انسانیت اور اخلاص و وفا کے بے نظیر نمونے قائم کئے ہیں

بنی نوع انسان کی خدمت کی خاطر احمدی ڈاکٹر وقف کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اور خدا کے فضلوں کے وارث بنیں

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۷/اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۷/اخاء ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

جماعت میں خدمت خلق اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے جتنا زور دیا جاتا ہے اور ہر امیر غریب اپنی بساط کے مطابق اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اللہ کی رضا کی خاطر خدمت خلق کے کام کو سرانجام دے۔ کیوں ہر احمدی کا دل خدمت خلق کے کاموں میں اتنا کھلا ہے اس لئے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو ہم بھول چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو پھر اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرو، ان کی ضروریات کا خیال رکھو۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازے گا۔ اس خوبصورت تعلیم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت کی ایک بنیادی شرط قرار دیا ہے کہ میرے ساتھ منسلک ہونے کے بعد اپنی تمام تر طاقتوں اور نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نہ صرف ہمدردی کرو بلکہ ان کو فائدہ بھی پہنچاؤ۔ اس لئے اگر زلزلہ زدگان کی مدد کی ضرورت ہے تو احمدی آگے ہے۔ سیلاب زدگان کی مدد کی ضرورت ہے تو احمدی آگے ہے۔ بعض دفعہ تو ایسے مواقع بھی آئے کہ پانی کی تند و تیز دھاروں میں بہ کر احمدی نوجوانوں نے اپنی جانوں کو تو قربان کر دیا لیکن ڈوبتے ہوؤں کو کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر خلیفۂ وقت نے جب یہ اعلان کیا کہ مجھے افریقہ کے غریب بچوں کی تعلیم اور بیماریوں کی وجہ سے دکھی مخلوق جنہیں علاج کی سہولت میسر نہیں، سکول اور ہسپتال کھولنے کے لئے اتنی رقم کی ضرورت ہے تو افراد جماعت اس جذبہ کے تحت جو ایک احمدی کے دل میں دکھی انسانیت کے لئے ہونا چاہئے یہ رقم مہیا کریں اور اس پیاری جماعت کے افراد نے خلیفۂ وقت کے اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے اس سے کئی گنا زیادہ رقم خلیفۂ وقت کے سامنے رکھ دی جس کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور پھر جب خلیفۂ وقت نے یہ کہا کہ یہ رقم تو مہیا ہو گئی اب مجھے ان سکولوں اور ہسپتالوں کو چلانے کے لئے افرادی قوت کی بھی ضرورت ہے تو ڈاکٹرز اور ٹیچرز نے انتہائی خلوص کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کیا۔ اب تو افریقہ کے حالات نسبتاً بہتر ہیں۔ ستّر کی دہائی میں جب یہ نصرت جہاں سکیم شروع کی گئی تھی انتہائی نامساعد حالات تھے۔ اور ان نامساعد حالات میں ان لوگوں نے گزارا کیا۔ بعض ڈاکٹرز اور ٹیچرز اچھی ملازمتوں پر تھے لیکن وقف کے بعد دیہاتوں میں بھی جا کر رہے۔ اکثر ہسپتال اور سکول دیہاتوں میں تھے جہاں نہ بجلی کی سہولت نہ پانی کی سہولت لیکن دکھی انسانیت کی خدمت کے عہد بیعت کو نبھانا تھا اس لئے کسی بھی روک اور سہولت کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی۔ شروع میں ہسپتالوں کا یہ حال تھا کہ لکڑی کی میز لے کر اس پر مریض کو لٹایا، روشنی کی کمی چند لالٹینوں یا گیس لیمپ سے پوری کی اور جو بھی چاقو، چھریاں، قینچیاں، سامان آپریشن کا میسر تھا اس پر مریض کا آپریشن کر دیا اور پھر دعا میں مشغول ہو گئے کہ اے خدا میرے پاس تو جو کچھ میسر تھا اس کا مَیں نے علاج کر دیا ہے۔ میرے خلیفہ نے مجھے کہا تھا کہ دعا سے علاج کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ میں بہت شفا رکھے گا۔ تُو ہی شفا دے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان قربانی کرنے والے ڈاکٹروں کی قدر کی اور ایسے ایسے لاعلاج مریض شفا پا کر گئے کہ دنیا حیران ہوتی تھی۔ اور پھر مالی ضرورتیں بھی اس طرح خدا تعالیٰ نے پوری کیں کہ بڑے بڑے امراء بھی شہروں کے بڑے ہسپتالوں کو چھوڑ کر ہمارے چھوٹے دیہاتی ہسپتالوں میں آ کر علاج کروانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اسی طرح اساتذہ نے بھی بنی نوع انسان کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ ڈاکٹروں اور اساتذہ کی خدمات کے سلسلے آج بھی جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سلسلے جاری رکھے اور ان سب خدمت کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازتا رہے۔

جلسے پر مَیں نے ڈاکٹروں کو توجہ دلائی تھی کہ ہمارے افریقہ کے ہسپتالوں کے لئے ڈاکٹر مستقل یا عارضی وقف کریں۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات بہت بہتر ہیں۔ وہ دقّتیں اور وہ مشکلات بھی نہیں رہیں جو شروع کے واقفین کو پیش آئیں اور اکثر جگہ تو بہت بہتر حالات ہیں اور تمام سہولیات میسر ہیں۔ اور اگر کچھ تھوڑی بہت مشکلات ہوں بھی تو اس عہد بیعت کو سامنے رکھیں کہ محض للہ اپنی خداداد طاقتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ آگے آئیں اور مسیح الزمان سے باندھے ہوئے اس عہد کو پورا کریں۔ اور ان کی دعاؤں کے وارث بنیں۔ اسی طرح ربوہ میں فضل عمر ہسپتال کے لئے بھی ڈاکٹروں کی ضرورت ہے وہاں بھی ڈاکٹر صاحبان کو اپنے آپ کو پیش کرنا چاہئے۔

پھر پاکستان میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی بچوں کی تعلیم اور مریضوں کے علاج کے لئے مستقلاً احباب جماعتی انتظام کے تحت مالی اعانت کرتے ہیں اور پاکستان اور ہندوستان جیسے ملکوں میں جہاں غربت بہت زیادہ ہے اس مقصد کے لئے مالی اعانت کرنے والے اس خدمت کی وجہ سے مریضوں کی دعائیں لے رہے ہیں۔ تو اس نیک کام کو بھی احباب جماعت کو جاری رکھنا چاہئے اور پہلے سے بڑھ کر جاری رکھنا چاہئے اور پہلے سے بڑھ کر کرنا چاہئے کہ دکھوں میں اضافہ بھی بڑی تیزی سے ہو رہا ہے۔

اب مَیں بعض پرانے بزرگوں کے واقعات جو خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے پیش کرتا ہوں۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ کے نمونہ کے بارہ میں ان کے متعلق بیان کرنے والے لکھتے ہیں کہ مرحوم ایک زندہ مثال تھے ایسے شخص کی جو حدیث کے مطابق اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرتا تھا جو اپنے لئے پسند کرتا اور کبھی اپنے بھائی سے ایسا سلوک روا نہ رکھتا جو اس کو اپنے لئے ناگوار ہو۔ وہ ہمیشہ اس جستجو میں رہتا تھا کہ اس کو کوئی ایسی خدمت میسر آئے اور کوئی ایسا موقع ہو جس میں وہ اپنے کسی بھائی اور دوست کی مدد کرے۔ تو ان کے بارہ میں آتا ہے کہ جب وہ کالج میں پڑھا کرتے تھے اور جب جماعت کا لیکچر ہوتا تو آتے تھے اور وہاں ہر احمدی کو جا کر ملا کرتے تھے اور اگر کوئی بھائی بیمار ہوتا تو ان کے مکان پر جاتے، اُن کی بیمار پرسی کرتے اور بعض دفعہ تقریباً ہر روز ان بیماروں کو دیکھنے جایا کرتے۔ ایک دفعہ مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے تو مرحوم کئی روز تک مفتی صاحب کے لئے ان کے مکان میں رہے اور رات دن ان کی خدمت کی اور ان کی ساری جو بیماری کی حالت میں بعض دفعہ گند بھی اٹھانا پڑتا تھا تو وہ بھی اٹھا لیا کرتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۹-۲۰۰)

پھر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اگر دشمن نہ ہو تو کوئی دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اور اس لحاظ سے مَیں تو کسی کو دشمن نہیں سمجھتی اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک بہت کیا کرتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ جس سے دل خوش ہوتا ہے اس کے ساتھ تو حسن سلوک کے لئے خود ہی دل چاہتا ہے۔ اس میں ثواب کی کونسی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے تو انسان کو چاہئے کہ ان لوگوں سے بھی احسان اور نیکی سے پیش آوے جن پر دل راضی نہیں ہوتا۔

وہ لکھتے ہیں کہ ڈسکہ میں رہتی تھیں تو وہاں کے لوگوں کے ساتھ بڑا فیاضانہ سلوک تھا اور لوگ بھی بڑی عزت و احترام سے انہیں دیکھتے تھے۔ جب احرار کا جھگڑا شروع ہوا تو اس کا اثر ان کے علاقہ میں بھی پڑا

اور وہی لوگ جو مدد لیا کرتے تھے دشمنیاں کرنے لگ گئے ۔لیکن اس دشمنی کا بھی ان کی والدہ پر کوئی اثر نہیں پڑا اور اگر ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی یہ بھی کہتا کہ آپ فلاں شخص کی مدد کر رہی ہیں جبکہ وہ ہماری مخالفت کر رہا ہے، احرار میں شامل ہے تو بڑا برا منایا کرتی تھیں کہ تم مجھے اس خدمت سے کیوں روک رہے ہو۔

ایک دفعہ بیان کرنے والے لکھتے ہیں کہ کچھ پارچات، کپڑے وغیرہ تیار کر رہی تھیں تو انہوں نے جا کر ان کو کہا کہ آپ کس کے لئے تیار کر رہی ہیں تو چوہدری صاحب کی والدہ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے بچوں کے لئے کر رہی ہیں۔تو اس شخص نے کہا کہ آپ بھی عجیب ہیں وہ تو احراری ہے اور جماعت کی بڑی مخالفت کرتا ہے، اس کے لئے آپ یہ کپڑے تیار کر رہی ہیں ۔تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شرارت کرتے ہیں تو اللہ میاں ہماری حفاظت کرتا ہے اور جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے مخالف کی شرارتیں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں ۔لیکن یہ شخص مفلس ہے۔اس کے اپنے بچوں اور پوتوں کے بدن ڈھانکنے کے لئے کپڑے مہیا کرنے کا سامان نہیں ہے تو اس کو ضرورتمند سمجھتے ہوئے مَیں اس کے لئے یہ کپڑے تیار کر رہی ہوں اور تم جو یہ اعتراض کر رہے ہو تو تمہاری سزا یہ ہے کہ جب مَیں یہ کپڑے تیار کر لوں گی تو تم ہی اس کے گھر جا کر پہنچا کر آؤ گے۔لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ احراری ہے اور اس پر تو دوسرے احراریوں کی نظر بھی ہوگی تو رات کے وقت جانا تا کہ اس کو کوئی تنگ نہ کرے کہ تم نے احمدیوں سے کپڑے وصول کئے۔

(اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶)

پھر آپ کا نمونہ بیواؤں اور یتامی کی نگہداشت بھی آپ کا دل پسند مشغلہ تھا۔اور لکھنے والے کہتے ہیں کہ بچیوں کے جہیز تیار کر رہی ہوتیں تو بڑے انہماک سے اپنے ہاتھوں سے ساری تیاری کیا کرتی تھیں، کپڑے تیار کیا کرتی تھیں۔(اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۲)

پھر حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بھی یتیموں کی خبرگیری کی طرف بہت توجہ دیتے تھے اور دارالیتامی میں اتنے یتیم تھے، دارالشیوخ کہلاتا تھا تو ان کے بارہ میں روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ بخار میں آرام فرما رہے تھے اور شدید بخار تھا۔نقاہت تھی، کمزوری تھی۔کارکن نے آ کر کہا کہ کھانے کے لئے جنس کی کمی ہے اور کہیں سے انتظام نہیں ہو رہا۔لڑکوں نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوا۔آپ نے فرمایا فوراً تانگہ لے کر آؤ اور تانگے میں بیٹھ کر مخیّر حضرات کے گھروں میں گئے اور جنس اکٹھی کی اور پھر ان بچوں کے کھانے کا انتظام ہوا۔تو یہ جذبے تھے ہمارے بزرگوں کے کہ بخار کی حالت میں بھی اپنے آرام کو قربان کیا اور یتیم بچوں کی خاطر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔اور یہ ایسا کیوں نہ ہوتا۔آپ کو تو اپنے آقا ﷺ کی یہ خوشخبری نظروں کے سامنے تھی کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا اس طرح جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ہوتی ہیں ۔شہادت کی اور درمیانی انگلی آپ نے اکٹھی کی۔تو یہ نمونے تھے ہمارے بزرگوں کے۔

پھر حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کے بارہ میں روایت آتی ہے کہ آپ کو نظر نہیں آتا تھا، آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک سرد رات میں جب کہ قادیان کی کچی گلیوں میں سخت کیچڑ تھا، بہت مشکل سے گرتے پڑتے کہیں جا رہے تھے۔ایک دوست نے پوچھا تو فرمایا بھائی یہاں ایک کُتیا نے بچے دئے ہیں۔میرے پاس ایک روٹی پڑی تھی۔مَیں نے کہا کہ جھڑی کے دن ہیں یعنی بارش ہو رہی ہے اس کو ہی ڈال دوں۔اور یہ بھی سنت کی پیروی تھی جو حافظ صاحب نے کی کہ جانوروں پر بھی رحم کرو اور یاد رکھو وہ واقعہ جب کسی کنوئیں میں اتر کر، اپنے جوتے میں پانی بھر کر کتے کو پانی پلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے عوض اسے بخش دیا۔اس پر صحابہ بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ کیا جانوروں کی وجہ سے بھی اجر ملے گا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہاں ہر ذی روح اور جاندار کی نیکی اور احسان کا اجر ملتا ہے۔

پھر ایک واقعہ ہے ایک احمدی حضرت نور محمد صاحب کا۔سخت سردی کا موسم تھا۔اور آپ کے پاس نہ کوٹ تھا نہ کمبل۔صرف اوپر نیچے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں کہ گاڑی میں سوار تھے۔ایک معذور بوڑھا ننگے بدن کانپتا ہوا نظر آیا۔اسی وقت اپنی ایک قمیص اتار کر اسے پہنا دی۔ایک سکھ دوست بھی ساتھ سفر کر رہا تھا وہ یہ دیکھ کر کہنے لگا ’’ بھائیا جی ہُن تہاڈاتے بیڑا پار ہو جائے گا، آپاں دا پتہ نئیں کی بنے‘‘؟۔تو یہ نمونے تھے۔پھر چند دن بعد یوں ہوا کہ یہی نور محمد صاحب ایک نیا کمبل اوڑھ کر بیت الذکر مغلپورہ میں نماز فجر کے لئے آئے تو دیکھا کہ فتح دین نامی ایک شخص جو کسی وقت بہت امیر تھا بیماری اور افلاس کے مارے ہوئے سردی سے کانپ رہے تھے ۔تو نور محمد صاحب نے فوراً اپنا نیا کمبل اتارا اور اسے اوڑھا دیا۔(روح پرور یادیں صفحہ ۲۸۷)

پھر ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت لاکھوں لٹے پٹے مہاجر لوگ قافلوں کی صورت میں قادیان کا رُخ کرتے تھے اور اس وقت انتہائی برے حالات تھے۔مسلمانوں کی عورتوں کی عزت وحرمت کی کوئی ضمانت نہیں تھی اور سب مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ قادیان پہنچ جائیں تو ہم محفوظ ہو جائیں گے۔تو اس وقت بھی جو بھی جماعت کے افراد وہاں موجود تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت وہاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں انچارج بنایا ہوا تھا تو سب آنے والوں کو جو بڑی کسمپرسی کی حالت میں وہاں پہنچے تھے۔بعض کپڑوں کے بھی بغیر تھے تو حضور نے سب سے پہلے اپنے گھر کے، خاندان والوں کے کپڑے نکالے بکسوں سے اور پھر ان کو دئے۔پھر وہیں سے قافلے ایک انتظام کے تحت روانہ ہوئے اور پاکستان پہنچتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے محفوظ طریقے سے پہنچتے رہے۔اور احمدیوں نے اپنی جانوں کو قربان کر کے ان لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کی۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں ایک یہ شرط بھی ہے کہ ہم اب اس عہد کے ساتھ جماعت میں شامل ہوتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اب ہمارا اپنا کچھ نہیں رہا۔اب سارے رشتے اور تمام تعلقات صرف اس وقت تک ہیں جب تک کہ وہ نظام جماعت اور حضور اقدس کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں۔کوئی رشتہ، کوئی تعلق ہمیں حضور علیہ السلام سے دور نہیں لے جا سکتا۔ہم تو اُس دَر کے فقیر ہیں اور یہی ہمیں مقدم ہے۔پھر اس عہد کو نبھایا گیا اور خوب نبھایا۔اس کی بھی چند مثالیں پیش کرتا ہوں اور اکثر ایسے ہیں جن کو زمانے کے امام نے خود اپنے الفاظ میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’ ایسا ہی ہمارے دلی محبّ مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں اور صاحبزادہ پیر جی سراج الحق صاحب نے تو ہزاروں مریدوں سے قطع تعلق کر کے اس جگہ کی درویشانہ زندگی قبول کی ۔اور میاں عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چوہدری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور اور منشی جلال الدین صاحب یلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال دین اور امام دین کشمیری میرے گاؤں کے قریب رہنے والے ہیں۔یہ تینوں غریب بھائی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ یہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔وہ سو روپیہ اس غریب نے شاید کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا‘‘۔

(انجام آتھم ،روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۳۱۳۔۳۱۴)

پھر آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے متعلق فرماتے ہیں: ۔

’’ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں دیکھی ......جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں‘‘۔(نشان آسمانی۔روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۴۰۷)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل، مولانا نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں لکھا کہ:

’’ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔میرا جو کچھ ہے، میرا نہیں آپ کا ہے۔حضرت پیرومرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال ودولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا‘‘۔(فتح اسلام۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

’’ حبّی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب جو جوان صالح اور کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے یعنی

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

بڑی باریک نظر سے دیکھنے والے ہیں۔ استقامت کے آثار وانوار ان میں ظاہر ہیں۔وفاداری کی علامات وغیرہ میں قسمت زدہ ہیں۔ثابت شدہ صداقتوں کو خوب سمجھتا ہے۔اور ان سے لذت اٹھاتا ہے۔ اللہ اور رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب ،جس پر تمام مدار حصول فیض کا ہے اور حسن ظن جو اس راہ کا مرکب ہے دونوں سیرتیں ان میں پائی جاتی ہیں یعنی فیض اٹھانا اور حسن ظن رکھنا۔جن کا یہ مجموعہ ہے یہ دونوں صفتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت میاں عبداللہ سنوریؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

’’حبی فی اللہ میاں عبداللہ سنوریؓ یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لاسکتا‘‘۔ یعنی کوئی ابتلا ان کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔’’وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا اور مَیں ہمیشہ بنظر ایمان اس کی اندرونی حالت پر نظر ڈالتا رہا ہوں‘‘یعنی مَیں بڑے غور سے دیکھتا رہا ہوں۔’’تو میری فراست نے اس کی تہ تک پہنچنے سے جو کچھ معلوم کیا وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان درحقیقت اللہ اور رسول کی محبت میں ایک خاص جوش رکھتا ہے اور میرے ساتھ اس کے اس قدر تعلق محبت کی بجز اس بات کے اور کوئی وجہ نہیں کہ اس کے دل میں یقین ہوگیا ہے کہ یہ شخص محبان خدا اور رسول میں سے ہے‘‘۔(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۳۱)

پھر حضرت منشی اروڑا صاحبؓ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’حبی فی اللہ منشی محمد اروڑا نقشہ نویس مجسٹریٹی ۔منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل آدمی ہیں۔سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں‘‘بڑی خوشی سے بجالاتے ہیں۔’’بلکہ وہ تو دن رات اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔عزیز منشرح الصدر اور جانثار آدمی ہیں‘‘۔یعنی کھلے دل سے قبول کرنے والے اور جانثار آدمی ہیں۔’’مَیں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔شاید ان کی اس سے بڑھ کر اور کسی بات میں خوشی نہیں ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر یک توفیق سے کوئی خدمت بجالاویں۔وہ دل و جان سے وفادار اور مستقیم الاحوال اور بہادر آدمی ہے‘‘۔ہر حال میں وفادار ہیں۔ اور مضبوط ہیں ایمان میں اور بہادر آدمی ہیں۔’’خدائے تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے‘‘۔

پھر آپ نے فرمایا:’’حبی فی اللہ میاں محمد خان صاحب ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں۔نہایت درجہ کے غریب طبع ،صاف باطن ،دقیق فہم ،حق پسند‘‘۔یعنی باریکی سے غور کرنے والے اور حق کو پہچاننے والے،سچ کو پسند کرنے والے۔’’اور جس قدر انہیں میری نسبت عقیدت وارادت ومحبت اور نیک ظن ہے مَیں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔مجھے ان کی نسبت یہ تردّد نہیں ہے کہ ان کے اس درجہ ارادت میں کبھی کوئی ؟ پیدا ہو۔بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔وہ سچے وفادار اور جانثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔خدا ان کے ساتھ ہو۔ان کا نوجوان بھائی سردار علی خان بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت سعید اور رشید ہے‘‘۔بہت نیک اور سیدھے رستے پر چلنے والا۔اور’’خدا تعالیٰ ان کا محافظ ہو‘‘۔(ازالہ اوہام ، روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۳۲)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’میرے نہایت پیارے بھائی اپنی جدائی سے ہمارے دل پر داغ ڈالنے والے مرزا اعظم بیگ صاحب مرحوم ومغفور رئیس سامانہ علاقہ پٹیالہ کے ہیں جو دوسری ربیع الثانی ۱۳۰۸ ہجری میں اس جہان فانی سے انتقال کر گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔فرماتے ہیں اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِهٖ لَمَحْزُوْنُوْنَ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہیں اور ہم اس کی جدائی سے غمزدہ ہیں۔مرزا صاحب مرحوم جس قدر مجھ سے محض للہ محبت رکھتے تھے اور جس قدر مجھ میں فنا ہو رہے تھے۔مَیں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں تا اس کے مرتبہ کو بیان کرسکوں۔اور جس قدر ان کی بے وقت مفارقت سے مجھے غم اور اندوہ پہنچا ہے مَیں اپنے گزشتہ زمانہ میں اس کی نظیر بہت کم دیکھتا ہوں۔وہ ہمارے فرد اور ہمارے میر منزل ہیں‘‘یعنی ہماری نظر میں ان کا بڑا مقام ہے اور بڑے اچھے آگے بڑھنے والے تھے لیڈرانہ صلاحیت تھی جو ہمارے دیکھتے دیکھتے ہم سے رخصت ہوگئے۔’’جب تک ہم زندہ رہیں گے ان کی وفات کا غم ہمیں نہیں بھولے گا۔ ان کی مفارقت کی یاد سے طبیعت میں اداسی اور سینہ میں کرب کے غلبہ سے کچھ خلش اور دل میں غم اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ان کا تمام وجود محبت سے بھر گیا تھا۔مرزا صاحب مرحوم محبانہ جوشوں کے ظاہر کرنے کے لئے بڑے بہادر تھے‘‘۔

(فتح اسلام ،روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۹)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں۔دعا ہے، بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے یہ بیان دے رہے تھے کہ :

’’اے میرے آقا!مَیں اپنے دل میں متضاد خیالات موجزن پاتا ہوں۔ایک طرف تو مَیں بہت اخلاص سے اس امر کا خواہاں ہوں کہ حضورؑ کی صداقت اور روحانی انوار سے بیرونی دنیا جلد واقف ہوجائے۔ اور تمام اقوام وعقائد کے لوگ آئیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں جو اللہ تعالیٰ نے یہاں جاری کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس خواہش کے عین ساتھ ہی اس خیال سے میرا دل اندوہگین ہوجاتا ہے کہ جب دوسرے لوگ بھی حضورؑ سے واقف ہوجائیں گے اور بڑی تعداد میں یہاں آنے لگیں گے تو اس وقت مجھے آپؑ کی صحبت اور قرب جس طرح میسر ہے اُس سے لطف اندوز ہونے کی مسرت سے محروم ہوجاؤں گا۔ ایسی صورت میں حضور دوسروں کے گھر جائیں گے۔

حضور والا!مجھے اپنے پیارے آقا کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے کا جو مسرت بخش شرف حاصل ہے اس سے مجھے محرومی ہوجائے گی۔ایسی متضاد خواہشات یکے بعد دیگرے میرے دل میں رونما ہوتی ہیں‘‘۔

تو قاضی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری یہ باتیں سن کر مسکرادئے۔

(اصحاب احمد جلد ۶ صفحہ ۱۰)

پھر قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کا ہی ایک نمونہ ہے۔قاضی عبدالرحیم صاحبؓ سناتے تھے کہ ایک دفعہ والد صاحبؓ نے خوشی سے بیان کیا کہ مَیں وضو کررہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے میرے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔تو حضورؑ نے میرا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے۔چنانچہ قاضی صاحبؓ اس بات پر فخر کیا کرتے اور (تعجب سے) کہا کرتے تھے کہ حضورؑ کو میرے دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہوگیا۔یہ اسی عشق کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت قاضی صاحبؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مَیں بڑی مشکل سے تمہیں حضرت مسیح موعودؑ کے در پر لے آیا ہوں۔اب میرے بعد اس دروازہ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ آپ کی اولاد نے اس پر کامل طور پر عمل کیا۔(اصحاب احمد جلد ۶ صفحہ ۹،۸)

حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو کابل میں ۱۹۲۴ء میں شہید کیا گیا۔شہادت سے پہلے انہوں نے قید خانہ سے ایک احمدی دوست کو خط لکھا اور اس میں فرمایا’’ میں ہر وقت قید خانہ میں خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ الٰہی اس نالائق بندہ کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔میں نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخشے بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ الٰہی اس نالائق کے وجود کا ذرہ ذرہ احمدیت پر قربان کردے‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۵)

پھر اسی دسویں شرط کے تحت کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک ایسا تعلق ہوگا جس کی نظیر نہ ہو۔یہ واقعہ سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد بیمار ہوگئے اور شدید قسم کا ٹائیفائڈ کا حملہ ہوا۔ان کی بیماری کے ایام میں کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہورہی ہے۔اور معبرین نے لکھا ہے کہ اگر شادی غیر معلوم عورت سے ہو تو اس کی تعبیر موت ہوتی ہے مگر بعض معبرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری صورت میں پورا کردیا جائے تو بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔پس جب خواب دیکھنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا یہ خواب سنایا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ اس کی تعبیر موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کردینے کی صورت میں بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔اس لئے آؤ مبارک احمد کی شادی کردیں۔گویا وہ بچہ جسے شادی بیاہ کا کچھ علم نہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی شادی کا فکر ہوا۔ جس وقت حضور علیہ السلام یہ باتیں کررہے تھے تو اتفاقاً حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی اہلیہ سیدہ سعیدۃ النساء بیگم صاحبہ جو یہاں بطور مہمان آئی ہوئی تھیں صحن میں نظر آئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بلایا اور فرمایا ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کردیں۔آپ کی لڑکی مریم ہے۔ آپ اگر پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کردی جائے۔انہوں نے کہا حضور مجھے کوئی عذر نہیں

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لوں۔ان دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم اوران کے اہل وعیال گول کمرہ میں رہتے تھے۔وہ (اہلیہ حضرت ڈاکٹر صاحب) نیچے گئیں۔ڈاکٹر صاحب شاید وہاں نہ تھے۔کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا تو وہ آ گئے۔جب وہ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں ان سے بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے؟ان کو اس وقت دو خیال تھے کہ شاید ان کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ کرنے میں تامّل ہو۔ایک تو یہ کہ اس سے قبل ان کے خاندان کی کوئی لڑکی غیر سید کے ساتھ نہ بیاہی گئی تھی۔اور دوسرے یہ کہ مبارک احمد ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔اور ڈاکٹر صاحب مرحوم خود اس کا علاج کرتے تھے۔اور اس وجہ سے وہ خیال کریں گے کہ یہ شادی ننانوے فیصد خطرہ سے پُر ہے۔اور اس سے لڑکی کے ماتھے پر جلد ہی بیوگی کا ٹیکہ لگنے کا خوف ہے۔ان باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر صاحب کمزوری دکھائیں۔اوران کا ایمان ضائع ہو جائے اس لئے انہوں نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔اس پر والدہ مریم بیگم مرحومہ نے ان کی بات سنائی اور بتایا کہ اس طرح مَیں اوپر گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مریم کی شادی مبارک احمد سے کر دیں۔یہ بات سن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ان کا یہ جواب سن کر مریم بیگم مرحومہ کی والدہ،اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے،رو پڑیں۔اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا۔کیا تم کو یہ تعلق پسند نہیں؟۔انہوں نے کہا مجھے پسند ہے۔بات یہ ہے کہ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح کا ارشاد فرمایا تھا،میرا دل دھڑک رہا تھا اور مَیں ڈرتی تھی کہ کہیں آپ کا ایمان ضائع نہ ہو جائے۔اور اب آپ کا جواب سن کر مَیں خوشی سے اپنے آنسو روک نہیں سکی۔چنانچہ یہ شادی ہوگئی اور کچھ دنوں کے بعد (جیسا کہ بیماری شدید تھی) وہ لڑکی بھی بیوہ ہوگئی۔اب دیکھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کو ضائع نہیں کیا اور حضرت مصلح موعودؓ سے ان کی شادی ہوئی جس کا نام حضرت اُمّ طاہر،مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔(روزنامہ الفضل قادیان، یکم اگست ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۔۲۔بحوالہ سیرت سید عبدالستار شاہ صاحب صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’’انہی دنوں میں جب کہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی۔اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے۔اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوندزادہ مولوی عبداللطیف ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں اور وہ تمام دلائل جو نقل اور عقل اور تائیدات سماوی سے مَیں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید سے مَیں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے) وہ سب دلیلیں ان کی نظر سے گزریں اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دقّت پیش نہ آئی۔اور ان کے پاک کانشنس نے بلاتوقف مان لیا کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہوگیا۔آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لئے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی۔چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔سو وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مَیں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعوے کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی مَیں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین ۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۹۔۱۰)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

’’اس جگہ مَیں اس بات کا اظہار اور اس کا شکر ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلے میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔نہ مَیں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے جو صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔سب سے پہلے مَیں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نورِ دین ہے۔مَیں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ ادب کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے (یعنی جو مال ان کے قبضے میں ہے) ہر وقت اللہ اور رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں اور مَیں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں اور اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا ان کو معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں، لکھتے ہیں:

مولانا، مرشدنا، امامنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں۔اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔میرا جو کچھ ہے میرا نہیں،آپ کا ہے۔حضرت پیر ومرشد! مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ .... مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو‘‘۔

مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور دیانتداری جیسے ان کے قول سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں۔ان کی روح محبت کے جوش اور ہستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔اور ہر دم ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں‘‘۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۵ تا ۳۷)

ایک معترض کے جواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں کہ:

’’آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ رکھتے ہیں، دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔مَیں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا کیا جواب دیں گے۔مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ اُن کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔مَیں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ہاں شاذ ونادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص اور صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ ونادر میں داخل ہے‘‘۔

فرماتے ہیں: ’’مَیں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی مَیں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں‘‘۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۶۵)

یہ تو چند نمونے تھے جو مَیں نے پیش کئے، حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اس پیاری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت میں لاکھوں کا ذکر کیا اب تو اور بھی بہت بڑھ چکے ہیں جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی قربانیوں کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کئے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے وفا، اخلاص، تعلق، محبت، اطاعت کے واقعات سامنے نہیں آئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت وتعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین کی اولادوں کو چاہئے کہ اپنے ایسے بزرگوں کے واقعات قلمبند کریں اور جماعت کے پاس محفوظ کروائیں اور اپنے خاندانوں میں بھی ان روایتوں کو جاری کریں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ مثالیں قائم کی ہیں اور ان کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔ جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزمان کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرہ کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ’’زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے‘‘۔

ان تبدیلیوں کو غیروں نے بھی دیکھا اور ان کا اعتراف کیا اور اتنی واضح اور کھلی تبدیلیاں تھیں کہ وہ مجبور تھے کہ اعتراف کرتے۔ اور یہ مان لیا کہ زمانہ کے امام کو مان کر احمدیوں میں بہت ساری تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں لیکن ان کا رویہ وہی ہے کہ مَیں نہ مانوں کی رٹ لگی رہتی ہے۔ بہرحال اس اعتراف کے چند نمونے مَیں پیش کرتا ہوں۔

علامہ اقبال نے لکھا کہ ’’پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں‘‘۔

(قومی زندگی اور ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۸۴)

علامہ نیاز فتح پوری نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھا:

’’اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوۂ نبیؐ کا پرتو کہہ سکتے ہیں‘‘۔

(ملاحظات نیاز فتح پوری صفحہ ۲۹)

پھر ایڈیٹر صاحب اخبار سٹیٹسمین دہلی نے لکھا:

’’قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنے گرد و پیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں‘‘۔

(سٹیٹسمین دہلی ۱۲/ فروری ۱۹۴۹ء)

عبدالرحیم اشرف آزاد جماعت احمدیہ کے اندر پیدا ہونے والے انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیاوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں......ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اسے حقیقت سمجھ کر اس کے لئے مال و جان اور دنیاوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت و افلاس کی زندگی اختیار کی‘‘۔ (ہفت روزہ المنبر لائلپور ۲/مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰)

اس کے باوجود ان لوگوں کی بدنصیبی ہے کہ ماننے کی توفیق نہیں ملی۔ الحمدللہ کہ ان کے اس اعتراف نے ہمارے ایمانوں کو مضبوط کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان اور یقین میں مزید اضافہ کرتا چلا جائے۔ اور عہد بیعت کی ہر شرط کو خوشی سے اور اپنے اوپر فرض سمجھتے ہوئے پورا کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے وارث بنیں۔

❀❀❀ ❀ ❀❀❀

بقیہ: خلاصہ خطبہ عیدالفطر از صفحہ اول

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ رمضان میں جہاں عبادات پر زور دیا گیا ہے وہاں ضرورتمندوں کا خیال رکھنے کا بھی حکم ہے۔ عید کے دن ہر احمدی اپنے ماحول میں جائزہ لے اور ضرورت مندوں کا خیال کرے۔ یہ عمل خدا کے فضل سے ذاتی اور جماعتی سطح پر ہو رہا ہے لیکن ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ یہ کام اچھا کھلانے اور پہنانے تک ہی ختم نہیں ہوتا۔ جس طرح عید کے دن ان کا خیال رکھا جا رہا ہے ان رابطوں کو توڑنا نہیں بلکہ ان پر نظر رکھیں خود بھی ان کا دھیان رکھیں اور نظام کو بھی مطلع کریں۔ ان کو کام پر لگائیں، ان کی ہمت بندھائیں۔ اس طرح کم استطاعت والوں کو اٹھانے کی کوششیں کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اگلے سال عید پر دوسروں کی مدد کر رہا ہو اس طرح پر معاشی استحکام سے اخلاقی معیار بھی بلند ہوں گے اور پاکیزہ معاشرے کا قیام عمل میں آئے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص نوع انسان کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آتا ہے اللہ اس کو ضائع نہیں کرتا۔ مخلوق کی خبرگیری حقوق اللہ کی حفاظت کرتی ہے۔ جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے وہ نیک کاموں کی تلقین کرے اور بنی نوع کی ہمدردی کرے، دوسروں کی خدمت اور شفقت سے عمر دراز ہوتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ عید کے دن ہمیں یہ عہد کرنا ہے کہ گزشتہ دنوں میں جو نیکیاں کی ہیں ان کو مزید بڑھانا ہے، اپنے روحانی معیار کو اس قدر بلند کرنا ہے کہ خدا کی طرف سے ﴿رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ کی آواز آئے۔ ہمیں حقیقی عید کی خوشی تب میسر آئے گی جب نمازوں کے معیار بلند ہوں گے، نماز باجماعت، اطاعت خلیفہ، حقوق العباد اور عہد بیعت نبھانے کا خیال رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اطمینان قلب عطا کرے، اپنی معرفت عطا فرمائے اور دونوں جہانوں کی جنت کا وارث بنائے۔ آمین

حضور نے ساری جماعت کو عید مبارک دی اور دعا کے بعد مسجد میں موجود تمام حاضرین مردوں اور بچوں کو شرف مصافحہ سے نوازا۔

❀❀❀ ❀ ❀❀❀

سال رواں کا نوبل انعام جیتنے والا برطانوی سائنسدان

(رشید احمد چوہدری۔ لندن)

سر پیٹر منسفیلڈ (Sir Peter Mansfield) کو اس سال کا علم طب میں نوبل پرائز حاصل کرنے کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ یہ انعام ان کو امریکہ کے Paul Lavterbur سائنسدان کے ساتھ مشترکہ طور پر ملا ہے۔

سر پیٹر مینسفیلڈ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس نے پندرہ سال کی عمر میں کوئی سرٹیفکیٹ حاصل کئے بغیر سکول چھوڑ دیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ پرنٹر بن جائے۔ اس لئے اس نے سکول کو خیرباد کہہ کر لندن شہر کی ایک پرنٹنگ کمپنی میں حروف کمپوز کرنے پر ملازمت اختیار کر لی۔ ملٹری ہتھیاروں کے بارہ میں علم حاصل کرنا اس کے تفریحی مشاغل میں شامل تھا۔ چنانچہ ۱۹ سال کی عمر تک اس نے ملٹری ہتھیاروں، بم سازی اور راکٹوں کے بارہ میں کافی معلومات حاصل کر لی تھیں کیونکہ ۱۹۴۴ء میں جب وہ ابھی گیارہ سالہ بچہ تھا لندن پر راکٹوں سے حملہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کا قدرتی رجحان، جیسے کہ اس زمانہ میں اکثر نوجوانوں کا تھا، ان ہتھیاروں کی طرف تھا۔ اس کے بعد اس نے ایلزبری کے مقام پر راکٹ لانچ کرنے کے محکمہ میں سائنٹیفک اسسٹنٹ کے طور پر نوکری شروع کر دی۔ اس زمانہ میں ہر نوجوان کو نیشنل سروس کرنا ضروری تھا۔ پیٹر مینسفیلڈ نے یہ سروس رائل آرمی میں کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر اس نے Queen Mary's College سے پہلے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور پھر فزکس میں ڈاکٹریٹ کیا۔ یہاں سے فارغ ہوا تو اسے ناٹنگھم یونیورسٹی میں کام کرنے کا موقع ملا جہاں اس نے بقیہ عمر صرف کر کے ریٹائرمنٹ لے لی۔ اب اس کی عمر ۷۰ سال ہے۔ وہ نوبل انعام میں پال لاٹربر کا حصہ دار ہے جو Illinois یونیورسٹی امریکہ میں پروفیسر ہے۔ دونوں کو آٹھ لاکھ پاؤنڈ کا نصف نصف ملے گا۔

ان دونوں نے طبی میدان میں تحقیق کر کے انسانوں کے لئے ایک نہایت مفید مشین ایجاد کی ہے جس سے انسانی جسم کے اندرونی حصوں مثلاً دماغ وغیرہ کا عکس لیا جا سکتا ہے اور مریض کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔ ان کی اس تکنیک کو Magnetic Resonance Imaging (MRI) کہتے ہیں۔ ان کی تحقیق کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر ایٹم کے Nucleus مقناطیسی محور میں گھومتے ہیں۔ مینسفیلڈ نے ۱۹۷۰ء میں جو عکس حاصل کیا تھا وہ صاف نہیں تھا تاہم اس نے ہمت نہ ہاری اور کئی تجربات کے بعد صاف عکس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

سب سے پہلی ایم آر آئی (MRI) مشین ۱۹۸۰ء کے اوائل میں سائنس لیبارٹریوں کو فراہم کرنی شروع کی گئی اور ۲۰۰۲ء تک دنیا بھر میں بائیس ہزار مشینیں ہسپتالوں وغیرہ میں استعمال ہو رہی تھیں جن کی مدد سے ہر سال چھ کروڑ افراد فائدہ حاصل کر رہے تھے۔ ایم آر آئی میں ایکسرے کا استعمال نہیں ہوتا اس لئے یہ بالکل بے ضرر مشین ہے مگر چونکہ ان مشینوں سے بہت طاقتور مقناطیسی شعاعیں نکلتی ہیں اس لئے اگر جسم کے اندر کوئی دھات موجود ہو یا دل میں Pace Maker لگا ہوا ہو تو یہ مشین استعمال نہیں کی جاتی۔ آج کل اس مشین سے جسم کے ہر حصے کا عکس لیا جا سکتا ہے خاص طور پر دماغ کا یا ریڑھ کی ہڈی کا۔ کئی اور طریق سے بھی اس سے فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے مثلاً اگر گھٹنا زخمی ہو جائے تو اس مشین سے زخم کی نوعیت کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کینسر کا علاج بھی اس کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے۔

❀❀❀❀❀

بقیہ: احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟
از صفحہ نمبر ۴

ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پر معارف الفاظ میں سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے......غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے''

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ جلد ۲۰، لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۰۔۲۱)

پھر آپ نے فرمایا: ''دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبیعہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے''

(روحانی خزائن مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ جلد ۶، برکات الدعا صفحہ ۱۱)

قبولیت دعا کی پاک تجلیات کا ظہور کس کس رنگ میں ہوا؟ یہ ایک ایسا بحر ذخّار ہے جس کا احاطہ کبھی بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کبھی مکمل ہو سکتا ہے۔ یہ ایک جاری و ساری سلسلہ ہے جو ہر آن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ قبولیت دعا کے واقعات سے اس طرح بھری پڑی ہے جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوتا ہے۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔ چند ایک مثالیں مختصراً عرض کرتا ہوں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو کس طرح قبولیت دعا کے زندہ اور زندگی بخش اعجازی معجزات سے نوازا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں منشی عطاء محمد صاحب پٹواری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ان کی تین بیویاں تھیں لیکن اولاد سے محروم تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر مرزا صاحب کی دعا سے مجھے جس بیوی سے میں چاہوں اولاد مل جائے تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ مسیح پاک علیہ السلام نے دعا کی۔ اس کی برکت سے ان کو حسب خواہش اولاد ملی اور ساتھ ہی احمدیت کی دولت بھی مل گئی!

(بحوالہ سیرت المہدی مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ حصہ اوّل صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۱)

کپورتھلہ میں احمدیہ مسجد پر غیروں نے قبضہ کر لیا اور جج اس بات پر تلا ہوا تھا کہ فیصلہ احمدیوں کے خلاف ہوگا۔ جماعت کے دوستوں کی گھبراہٹ دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد تمہیں مل کر رہے گی۔ آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں مسجد احمدیوں کو دلا دی۔ پہلا جج اچانک فوت ہو گیا اور نئے جج نے فیصلہ احمدیوں کے حق میں کر دیا۔ (بحوالہ سیرت المہدی مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ حصہ اوّل صفحہ ۶۴)

مولانا رحمت علی صاحبؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ انڈونیشیا میں ان کے لکڑی کے مکان کے قریب آگ لگ گئی اور خطرہ تھا کہ آگ ان کے مکان کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ آپ مومنانہ استقامت سے وہاں ٹھہرے رہے اور دعا کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ یہ آگ مجھے اور میرے مکان کو ہرگز نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ میں اس مسیح کا ادنیٰ غلام ہوں جس کو خدا نے وعدہ دیا تھا کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیئے، اچانک بادل اُمڈ آئے اور موسلا دھار بارش نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ دنیا نے دیکھا کہ واقعی وہ آگ مسیحِ زماں کے غلام کی غلام بن گئی!

(روح پرور یادیں از مولوی محمد صدیق امرتسری صفحہ ۶۴
بحوالہ الفضل ۹ دسمبر ۱۹۳۸)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ ۱۹۱۷ میں انگلستان جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ جنگِ عظیم کی وجہ سے سمندری سفر بہت خطرناک تھا۔ راستہ میں جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ جہاز جرمن جہازوں کی زد میں ہے اور معلوم نہیں کب ان کے نشانے سے ڈوب جائے۔ مسافر یہ بات سن کر سخت خوفزدہ ہوئے۔ مفتی صاحب نے بہت درد سے دعا کی۔ رات آپ نے خواب میں ایک فرشتہ کو یہ کہتے سنا: صادق! یقین کرو یہ جہاز سلامت پہنچے گا۔ آپ نے یہ خوشخبری اسی وقت مسافروں کو سنا دی۔ حالات بہت خطرناک تھے۔ اردگرد کے جہاز تباہ ہوتے رہے اور ان کی لکڑیاں سمندر میں تیرتی دیکھی گئیں لیکن مفتی صاحب والا جہاز بحفاظت منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

(بحوالہ صادق بیتی حصہ اوّل مرتبہ مشتاق اخگر لکھنوی صفحہ ۲۱،۲۲)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ بھاگل پور میں ایک تبلیغی جلسہ کے لئے گئے۔ اچانک کالی گھٹا نمودار ہوئی اور بارش کے موٹے موٹے قطرے گرنے لگے۔ جلسہ میں خرابی کے پیش نظر آپ نے بڑی رقّت سے دعا کی اور دیکھتے ہی دیکھتے مطلع صاف ہو گیا اور جلسہ کامیابی سے منعقد ہوا۔

(بحوالہ حیات قدسی مطبوعہ ۱۹۵۴۔ حیدر آباد دکن حصہ سوم صفحہ ۲۵،۲۶)

مولانا نذیر احمد صاحب مبشر غانا میں تھے کہ مخالفین نے یہ بات بنا لی کہ اگر واقعی امام مہدی آچکے ہیں تو پھر زلزلہ آنا چاہیئے۔ اگرچہ یہ کوئی معیارِ صداقت نہ تھا نہ ایسی کوئی پیشگوئی تھی لیکن آپ نے عاجزانہ دعا میں یہ عرض کیا کہ اے قادر و توانا! تو اپنی قدرت کا نشان دکھا۔ قدرتِ حق کا کرشمہ دیکھیئے، چند دن کے اندر اندر سارے غانا کی سرزمین شدید زلزلہ سے لرز گئی اور یہ بات بہتوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنی۔

(بحوالہ روح پرور یادیں صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

جان بلب مریضوں کی شفایابی، مشکلات سے رہائی، نقصان سے حفاظت اور دعا کی برکت سے غیر معمولی تائید و نصرت کے واقعات اتنے ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔ ایسے ایسے واقعات کہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہ زندہ خدا کی قدرتوں کے زندہ نشان ہیں جو احمدیت کی دنیا میں بارش کے قطروں کی طرح ہر جگہ نازل ہو رہے ہیں۔ قبولیت دعا کا یہ عرفان ہے جو احمدیت نے دنیا کو عطا کیا ہے۔ ان واقعات کے نتیجہ میں جو لذت اور ایمان افروز کیفیت احمدیوں کو نصیب ہوتی ہے وہ دوسروں کے نصیب میں کہاں؟

اختتامیہ

یہ وہ دولتیں ہیں جو احمدیت نے دنیا کو دیں۔ یہ وہ روحانی نعمتیں اور برکتیں ہیں جو احمدیت نے دنیا کو عطا کیں۔ شربتِ وصل و بقا اور آبِ بقا کے یہ شیریں جام ہیں جو احمدیت نے چارسُو بانٹے۔ اے احمدیت کے جانثارو! آج تم ان نعمتوں کے امین ہو۔ اِس امانت کا خوب حق ادا کرو۔ بلکتی اور سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے جامِ شفا آج تمہارے ہاتھوں میں تھمایا گیا ہے۔ دنیا اخلاقی موت کے دھانے پر کھڑی ہے۔ ابنائے دنیا کو آج اگر کوئی تباہی سے بچا سکتا ہے تو وہ غلامانِ محمد ﷺ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ پس اے رحمتِ دوعالم کے وفا شعار غلامو! اٹھو اور ظلمت و تاریکی کی راہوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر ڈالو۔ اپنی درد بھری دعاؤں سے اسکی تقدیر جگا دو اور ساری انسانیت کے لئے رحمت کی موسلا دھار برسات بن جاؤ!

لیکن یاد رکھو کہ دنیا کو دینے سے پہلے لازم ہے کہ تم خود ان برکتوں، نعمتوں اور فیوض سے اپنے سینوں کو منور کر لو۔ ان دولتوں سے اپنے دامن پوری طرح بھر لو، تا ان روحانی خزائن کو آگے پہنچانے کا حق ادا کر سکو۔ اب یہ بارِ امانت تمہارے کندھوں پر ہے۔ تم صاحبِ کوثر، محمد عربی ﷺ کے غلام ہو۔ اِس نسبت کی لاج رکھتے ہوئے اِن خزانوں کو دنیا کے کناروں تک پہنچاتے چلے جاؤ کہ یہ دولتیں، یہ نعمتیں اور برکتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ یاد رکھو کہ انہی کی برکت سے دنیا کی تقدیر بدلے گی اور دنیا ایک دن ضرور محسنِ انسانیت، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں آکر ہر دکھ سے نجات پالے گی۔ آج اِس خدمت کی سعادت تمہارے حصّہ میں آئی ہے۔ اِس جانفشانی سے اس کا حق ادا کرو کہ ہمارا مولیٰ خوش ہو کر ہمیں اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے۔ اللہ کرے کہ یہ سعادت اور خوش بختی ہم میں سے ہر ایک کا نصیب ٹھہرے۔ آمین یا ارحم الرّاحمین۔

تعارف کتب

(آصف محمود باسط)

نام کتاب:

میری پسندیدہ بستی، قادیان دارالامان۔

مؤلف: عبدالرشید آرکیٹیکٹ۔

اشاعت: مارچ ۲۰۰۳ء۔

تعداد صفحات: ۳۵۰۔ سائز: ۲۲۰×۲۸۵mm۔

ملنے کا پتہ: برکلے، ۲۳ ٹرنٹی روڈ۔ ٹوٹنگ بیک، لندن SW17 7SD۔

محترم عبدالرشید صاحب ایک ماہر تعمیرات ہیں۔ جس طرح فنکار کی نظر کسی بھی شے پر اولاً جمالیاتی زاویے سے پڑتی ہے اور ایک صحافی ہر واقعہ میں خبر تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح ایک ماہر تعمیرات شہروں، قصبوں اور عمارتوں کو اولاً تعمیراتی نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے۔

زیر نظر کتاب وہ زاویۂ نگاہ ہے جس سے محترم عبدالرشید صاحب نے مسکنِ مسیحؑ زمان، قادیان دارالامان کو دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ عبدالرشید صاحب اپنے نام کے ساتھ آرکیٹیکٹ نہ بھی لکھتے ہوتے تو کتاب کے ابتدائی چند صفحات قاری کو یہ واضح تأثر دیتے ہیں کہ یہ کسی ماہر تعمیرات کے جذبہ و خیال کا قلمی اظہار ہے۔ اس تأثر سے یہ توقع جنم لیتی ہے کہ یہ ضخیم کتاب قادیان اور اس کی عمارات کا تعمیراتی تجزیہ ہوگی مگر بات اتنی سی ہوتی تو ایک عام قاری جسے فن تعمیرات سے کچھ بھی شغف نہیں کتاب کو بعد میں پڑھنے کے لئے اٹھا رکھتا۔ مگر انہی ابتدائی صفحات میں قاری پر یہ بھی کھلتا ہے کہ اس ماہر تعمیرات کو اس بستی سے ایک گہرا جذباتی لگاؤ ہے، محبت کا تعلق ہے، ایک ایسی محبت جو روحانی مزاج رکھتی ہے۔

عبدالرشید آرکیٹیکٹ صاحب نے اس کتاب میں قادیان کو بنیادی طور پر تعمیراتی نقطۂ نگاہ سے ہی دیکھا ہے۔ عبدالرشید صاحب کا اسلوب بیان یہ ہے کہ کسی عمارت سے متعلق معلومات دینا شروع کرتے ہیں تو اس کے تعمیراتی محاسن بیان کرتے ہیں۔ قاری کو اس کا نقشہ، تصویر، خطوط اور الفاظ تینوں کی مدد سے کھینچ کر سمجھاتے ہیں۔ پھر بات جو نکلتی ہے تو دور تلک جاتی ہے۔ غیر محسوس طریقے سے مصنف کے اندر وہ شخص جو اس بستی سے والہانہ عقیدت رکھتا ہے اس بیان میں اپنی محبت کی خوشبو لئے نمودار ہوتا ہے۔ تعمیراتی تجزئے میں جمالیات کا رنگ آنے لگتا ہے۔ پھر ان گلی کوچوں، بازاروں، مکانوں، دوکانوں سے مصنف کا جذباتی لگاؤ صاف دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ دھڑکن قاری کے دل میں دھڑکتی قادیان سے محبت کے ساتھ ہی ہم آہنگ ہو کر لطف کا سامان بنتی ہے۔

اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں قادیان کی عمارتوں کا تعارف یوں کروایا گیا ہے کہ عمارت کی تصویر، اس کا نام، اس کی پہچان، اس کی تاریخی اہمیت، اس کی تعمیر کے فنی محاسن، اس کا نقشہ، یہاں تک کہ اس میں رہنے والی نامور ہستیوں کا تذکرہ اور تاریخ احمدیت میں اس کی اہمیت، گویا ہر جہت سے دیکھ کر، ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کا سرورق ایسا دیدہ زیب کہ پہلی نظر ہی میں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اندر کے صفحات کو تصاویر کی ایک بہت بڑی تعداد سے مزین کیا گیا ہے۔

زبان ایسی استعمال کی گئی ہے کہ جو شخص محض پڑھنا جانتا ہو وہ بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کتابت کمپیوٹر پر کی گئی ہے۔ اگرچہ کتاب کی ضخامت کو دیکھ کر پروف ریڈنگ کی اونچ نیچ، پس منظر میں کھو جاتی ہے مگر جس محبت سے رشید صاحب نے یہ کتاب مرتب کی ہے اس کو دیکھ کر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ ایڈیشن اس پہلو سے بھی کمال پر ہوگا۔ رشید صاحب نے بہت محنت اور عرق ریزی سے ہر وہ لفظ ڈھونڈ نکالا لگتا ہے جو قادیان کے بارہ میں لکھا گیا۔ پھر قادیان سے متعلق اتنی بہت سی تصاویر کہ

یا تو ہم پھرتے ہیں ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

کون احمدی ہوگا جو قادیان سے محبت نہ کرتا ہو اور قادیان سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ کتاب کسی تحفے سے کم نہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

جماعت احمدیہ گیانا (جنوبی امریکہ) کے
۲۳ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

مختلف موضوعات پر تقاریر، کتب کی نمائش۔ پریس میڈیا، ریڈیو اور ٹی وی پر جلسہ کی تشہیر

(احسان اللہ مانگٹ ۔مبلغ سلسلہ گیانا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ گیانا (جنوبی امریکہ) نے امسال مورخہ ۱۹؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو اپنے ۲۳ویں جلسہ سالانہ کا انعقاد کیا۔ایک ماہ قبل جلسہ کی تیاری شروع کی گئی۔جلسہ میں شرکت کے لئے دعوت نامے چھپوا کر کثرت سے تقسیم کئے گئے۔اسی طرح گیانا کے صدر مملکت، وزیر اعظم، مختلف ممالک کے سفارت خانوں اور دیگر اعلیٰ عہدیداران کو دعوت نامے بھیجے گئے۔

جلسہ میں حاضری کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف جماعتوں کے دورہ جات کے علاوہ نئے مقامات پر بھی رابطہ کیا گیا۔ ہومیو پیتھک فری میڈیکل کیمپس اس معاملہ میں بہت مددگار رہے۔چنانچہ اس سلسلہ میں Sophia،Princess St.،Corivertone اور Ogle کے مقامات پر فری میڈیکل کیمپس کا اہتمام کیا گیا اور غیر از جماعت کو طبّی امداد کے ساتھ ہی جلسہ میں شرکت کی دعوت بھی دی گئی۔ان دوروں میں مکرم مشنری انچارج صاحب کے ہمراہ خاکسار احسان اللہ مانگٹ مبلغ سلسلہ جارج ٹاؤن گیانا اور دو مخلص نومبایعین احمدی دوست مکرم اسماعیل محمد صاحب اور اسماعیل منثور صاحب بھی شامل رہے۔

گیانا (جنوبی امریکہ) کے ۲۳ویں جلسہ سالانہ کے شرکاء

مالی قربانی کی شاندار مثالیں

امسال افسر جلسہ سالانہ مکرم مرتضٰی خان صاحب کی کوششوں سے احباب جماعت نے جلسہ سالانہ کے لئے شاندار مالی قربانی کے نمونے پیش کئے۔ جارج ٹاؤن کے صدر جماعت مکرم ڈاکٹر عمر آئزک صاحب نے جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو آمد و رفت کی سہولت مہیا کرنے کی پیشکش کی۔ چنانچہ انہوں نے ۴۵ ہزار گیانیز ڈالرز کی ایک کثیر رقم پیش کی۔ جبکہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ گیانا نے ۳۰ ہزار ڈالرز پیش کئے۔

جلسہ کی تشہیر

ہمارے ہفتہ وار ریڈیو پروگرام اور کمیونٹی کال پروگرام میں جلسہ کے انعقاد کے بار بار اعلانات ہوتے رہے۔اسی طرح تین ٹیلی ویژن چینلز پر بھی جلسہ کے انعقاد کے اعلان کے ساتھ دعوت عام دی گئی۔ اسی طرح مسلم یوتھ لیگ آف گیانا نے اپنے نصف گھنٹہ کے ٹیلی ویژن پروگرام میں جلسہ سالانہ کی اہمیت اور شرکت کی دعوت دی۔

امسال بھی جلسہ سالانہ کا انعقاد گیانا کے دارالحکومت جارج ٹاؤن کے سٹی ہال میں کیا گیا۔جلسہ کے لئے سٹی ہال کی صفائی اور تزئین کے علاوہ مہمانوں کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا اور جلسہ گاہ کو بینرز سے آراستہ کیا گیا۔

مبلغ انچارج گیانا مکرم الحسن بشیر آنن صاحب بکسٹال کے سامنے

گیانا کے جلسہ سالانہ کے موقع پر Linden جماعت کا وفد مکرم الحسن بشیر آنن صاحب کے ہمراہ

جلسہ کا آغاز

جلسہ سالانہ کا آغاز صبح گیارہ بجے تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا ۔بعدہ مکرم الحسن بشیر آنن صاحب مشنری انچارج نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ اسلام میں سب سے بڑا جہاد جہاد بالنفس یعنی اپنے نفس کی اصلاح ہے۔آپ نے جہاد کے متعلق جماعت احمدیہ کا نظریہ پیش کیا اور جہاد پر غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات بھی دئے ۔خطاب کے بعد آپ نے افتتاحی دعا کروائی۔

دیگر تقاریر حسب ذیل تھیں:

حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ ۔(مولانا عبدالرحمٰن خان صاحب ریجنل مشنری بربیس گیانا)۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور۔(مکرم آفتاب الدین ناصر صاحب جنرل سیکرٹری گیانا)۔اسلام میں خلافت کی اہمیت۔(مکرم اسماعیل محمد صاحب نومبایع جارج ٹاؤن گیانا)

جلسہ میں شرکاء کی ایک بڑی تعداد نومبایعین کی تھی۔انہوں نے مختلف عہدوں پر جلسہ میں ڈیوٹیاں بھی سرانجام دیں اور جلسہ کو کامیاب بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

وفود

جارج ٹاؤن سے باہر کی جماعتوں میں بربیس، Nismes، Kaneville کی جماعتوں سے وفود نے شرکت کی جبکہ Princess St, Buxton, Sophia, Linden اور ویسٹ کوسٹ سے غیر از جماعت احباب کے وفود نے جلسہ میں شرکت کی۔

جلسہ کے دوران اور دوران سال نمایاں خدمات بجا لانے والے احباب کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دستخطوں والی تصاویر پیش کی گئیں جبکہ غیر مسلم خاص مہمانوں کو کتاب دیباچہ تفسیر القرآن پیش کی گئی۔

نمائش کتب و تصاویر

جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم اور دوسری کتب کی نمائش کی گئی۔اس نمائش میں عیسائی دوستوں نے خاص طور پر Jesus in India، Christianity. A Jounney from Facts to Fiction اور Wisdom of the Holy Prophet کو بہت پسند کیا اور بعض نے یہ کتب خریدنے کا بھی اظہار کیا۔ چنانچہ جلسہ کے بعد انہوں نے مشن ہاؤس آکر یہ کتب خریدیں۔

امسال جلسہ سالانہ گیانا میں ۵۰۲؍افراد نے شرکت کی ۔جلسہ سے قبل ۱۰؍افراد جبکہ جلسہ کے بعد سات افراد نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے دائمی نیک اثرات ظاہر فرمائے۔

❁❁❁❁❁

watch MTA live
audio and video broadcast
❁❁❁
Weekly sermons in Urdu / English
❁❁❁
Questions & Answers
and much much more
❁❁❁
Now you can buy Ahmadiyya
Islamic Books, Audio / Video
on line using
Master Card or Visa
❁❁❁
Visit our official website
www.alislam.org

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحبؓ کے گاؤں موضع غوث گڑھ ریاست پٹیالہ میں احمدیت کا اثر ونفوذ

(چوھدری محمد ابراھیم۔ ربوہ)

موضع غوث گڑھ ریاست پٹیالہ کا ایک دور کا گاؤں ہے جس کی حد کے ساتھ ہی ضلع کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ غوث گڑھ سے ملحق گاؤں رام گڑھ تھا جو سارے کا سارا ضلع لودھیانہ میں تھا۔ اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ غوث گڑھ اور رام گڑھ کے درمیان ایک پندرہ، بیس فٹ کی گلی تھی جس کے ایک طرف غوث گڑھ کا موضع ریاست پٹیالہ میں اور رام گڑھ کا موضع ضلع لودھیانہ میں تھا۔ غوث گڑھ کے اکثر لوگ موضع سکھیوال میں بھی اراضی کے مالک تھے جو ضلع لودھیانہ میں تھا۔ گویا غوث گڑھ کے لوگ ریاست پٹیالہ کے بھی رہائشی تھے اور سکھیوال کی مناسبت سے گورنمنٹ انگریزی کے بھی۔ موضع سکھیوال دریائے ستلج کے بالکل کنارہ پر واقع ایک گاؤں تھا جس کے دوسرے کنارے ضلع ہوشیار پور کا گاؤں کاٹھ گڑھ واقع تھا جہاں جماعت احمدیہ کی ایک مخلص جماعت رہائش پذیر تھی۔

۱۸۸۰ء کے اردگرد کا زمانہ تھا کہ منشی عبداللہ سنوری نام کا ایک نوجوان پٹواری بن کر اس علاقہ میں متعین ہوا۔ اس کی پٹوار میں سات گاؤں تھے جن میں سے انہوں نے غوث گڑھ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور ۴۵ سال تک اسی گاؤں میں رہائش پذیر رہے۔

حضرت منشی صاحب بہت نیک، پرہیزگار اور خدا سے لَو لگانے والے بزرگ تھے۔ وہ کسی مرشد کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے اپنے ماموں مکرم محمد یوسف صاحب جو سید محمد حسین، جو پٹیالہ کے وزیر اعظم کے دفتر میں کوئی اہلکار تھے، سے تلاش مرشد کے لئے کہا۔ انہوں نے ان کو حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے ہاں جانے کا مشورہ دیا۔ ان کی متقیانہ ومرشدانہ زندگی کا ان دنوں عام چرچا تھا۔ تین چار روز ان کی خدمت میں حاضری کے بعد ان کی بیعت کرلی۔ غزنوی صاحب نے ان کی تربیت کے لئے کچھ وظیفے بتائے۔

حضرت منشی صاحب نے اگرچہ ان کی بیعت کر لی تھی مگر ابھی ان کی طبیعت میں اضطراب اور بیقراری باقی تھی۔ یہ دیکھ کر ماموں صاحب نے حضرت منشی صاحب کو آرہ (بہار) جو اس وقت اہل حدیث مسلک کا ایک مرکز تھا، بھیجنا چاہا اور منشی صاحب جانے کو تیار بھی ہو گئے مگر روانگی سے قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ پٹیالہ کے وزیر اعظم خلیفہ سید محمد حسین صاحب بہادر کے پاس پہنچی۔ آہستہ آہستہ یہ خوشخبری مولوی محمد یوسف صاحب کو بھی پہنچی اور انہوں نے اپنے رشید بھانجے کی منزل کو قریب کر دیا اور اس کتاب کا حوالہ دے کر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٔ ماموریت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ شخص بڑا کامل ہے اگر تجھے زیارت کے لئے جانا ہے تو اس کے پاس جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی پہلی ملاقات

حضرت منشی صاحب ۱۸۸۲ء میں قادیان تشریف لے گئے۔ قادیان جانے کے واقعہ کی تفصیل خود بیان فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس کی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ چہرہ مبارک دیکھتے ہی مَیں بیتاب ہوگیا اور دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا: ''آپ کہاں سے آئے ہیں، کیا نام ہے؟'' عرض کیا: ''سنور متصل ریاست پٹیالہ سے۔ عبداللہ نام ہے''۔

تین دن قادیان میں رہ کر اجازت لے کر واپس آیا۔ جب پٹیالہ پہنچا تو دل ایسا بے قرار ہوا کہ پھر قادیان چلا گیا۔ حضرت اقدس نے پوچھا کہ کیوں واپس گئے تھے۔ عرض کیا: یا حضرت! حضور سے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا۔ مسکرا کر فرمایا: اچھا اور رہو۔ اس کے بعد شاید ایک ہفتہ اور رہا۔ ان ایام میں حضرت صاحب کے پاس مہمانوں کی آمدورفت کا سلسلہ بہت ہی کم گویا تھا ہی نہیں''۔

حضرت منشی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بیعت کرلیں۔ فرمایا: نہیں۔ اور فرمایا میاں عبداللہ پیر بننا بہت مشکل کام ہے اور مَیں اس سے گھبراتا ہوں''۔

۱۰/جولائی ۱۸۸۵ء بروز جمعہ بعد نماز فجر سرخی کے کشفی چھینٹوں کا حیرت انگیز نشان ظاہر ہوا تو اس وقت حضرت منشی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پاؤں دبا رہے تھے۔

۲۳/مارچ کو لودھیانہ میں پہلی بیعت ہوئی تو حضرت منشی صاحب کا نمبر تیسرا تھا۔

حضرت منشی صاحبؓ اپنی ملازمت کے دوران قریباً چالیس سال موضع غوث گڑھ ریاست پٹیالہ میں مقیم رہے۔ جماعت غوث گڑھ کو احمدیت کا نور حضرت منشی صاحب کی وساطت سے ملا۔ جماعت کے قیام اور دوستوں کی تربیت میں حضرت منشی صاحب کا نمایاں حصہ ہے۔ چونکہ خود احمدیت کے نور سے پوری طرح منور تھے اور شمع سے براہ راست روشنی پائی تھی اس لئے دوسروں کی فوری ہدایت کا موجب بن گئے۔ یہ جماعت تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے تھی۔ لوگ سادہ مگر فطرت نیک تھی۔ استاد کامل تھا۔ حضرت منشی صاحب کی وجہ سے غوث گڑھ کے اردگرد بھی جماعتیں قائم ہوئیں۔

چک لوہٹ بہت بڑی جماعت تھی۔ نماز باجماعت کی پابندی کی تاکید، قرآن کریم کا درس وتدریس، قادیان کی مرکزی تحریکات کو جماعت تک پہنچانا اور ان پر عمل کرانا، جماعت کے لوگوں کو حضرت اقدسؑ اور ان کی وفات کے بعد آپؑ کے خلفاء سے ذاتی ملاقات کا اہتمام۔ لوگوں کو علاقہ کے فسق و فجور سے محفوظ رہنے اور ان میں احمدیت کی صحیح روح پیدا کرنے کی تگ ودو، نوجوانوں پر خاص نظر رکھنا اور ان کی قوتوں کو سلسلہ کی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا، لوگوں کے خانگی معاملات و تنازعات کو دور کر کے محبت اور پیار کی فضا سازگار رکھنا، یہ وہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کے لئے حضرت منشی صاحبؓ ساری عمر کوشاں رہے۔ غوث گڑھ کی جماعت پر ان کا بڑا احسان ہے جس کا بدلہ کسی بھی صورت میں نہیں چکایا جا سکتا البتہ اس جماعت کے لوگوں کی دعائیں ہیں جو ہمیشہ منشی صاحب اور ان کے خاندان کے افراد کے ساتھ ہیں۔

(حضرت منشی صاحب کے تفصیلی حالات کے مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ انصاراللہ، بابت ماہ مارچ ۱۹۹۰ء صفحہ ۴۸ تا ۵۷)

غوث گڑھ (تحصیل سرہند ریاست پٹیالہ)

غوث گڑھ کے ان مخلص احباب کے نام جن کا نام رجسٹر بیعت اولیٰ کی فہرست میں درج کئے۔ یہ بیعت مورخہ ۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء بروز ہفتہ لودھیانہ میں ہوئی۔

بیعت اولیٰ رجسٹر: نمبر گیارہ۔
نام: عبداللہ (سنوری) ولد کرم بخش
اصل وطن: سنور محلّہ تنبوال ریاست پٹیالہ بسلسلہ ملازمت پٹواری غوث گڑھ میں تعیناتی۔
نمبر ۴۸: ماہیا ولد پیر بخش، غوث گڑھ
نمبر ۱۷۸: نور محمد ولد رکھا نمبردار غوث گڑھ۔ (بیعت ۴/مارچ ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۱۹۷: برکت علی شاہ ولد ماوا۔ غوث گڑھ۔ بیعت۔ ۱۳/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۱۹۹: کرم الٰہی ولد ماوا۔ غوث گڑھ۔ (بیعت ۲۵/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۲۰۰: کرم الٰہی ثانی ولد فتح محمد۔ غوث گڑھ۔ (بیعت ۲۵/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۲۰۱: عطاء الٰہی ولد فتح محمد۔ (بیعت ۲۵/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۲۰۲: محمد ولد ماموں ساکن غوث گڑھ۔ (بیعت ۲۵/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۲۰۳: نور محمد ولد ہوشناک نمبردار غوث گڑھ۔ (بیعت ۲۵/جولائی ۱۸۹۰ء)۔
نمبر ۲۰۴: شہزادو ولد عظیم بخش۔ غوث گڑھ۔
نمبر ۲۲۶: مولوی مبارک علی ولد مولوی فضل احمد صاحب (مرحوم) غوث گڑھ۔
نمبر ۲۲۷: الٰہی بخش بعمر چاردہ سالہ ولد کرم بخش۔ غوث گڑھ۔
نمبر ۲۲۸: رحمت اللہ طفل بعمر چاردہ سالہ ولد احمد۔ غوث گڑھ۔

۱۸۹۷ء میں کتاب انجام آتھم میں حضور نے ۳۱۳/اصحاب کی فہرست شائع فرمائی جس میں غوث گڑھ کے دو افراد شامل ہیں۔
نمبر ۱۵۴: عطاء الٰہی غوث گڑھ پٹیالہ۔
نمبر ۳۰۴: میاں نور محمد غوث گڑھ پٹیالہ۔

حضرت منشی صاحب کا یہ فیض جاری رہا۔ آہستہ آہستہ احمدیت کا نور غوث گڑھ سے باہر نزدیکی دیہات میں بھی پھیلنا شروع ہوگیا اور مندرجہ ذیل دیہات میں مخلص جماعتیں قائم ہوگئیں۔ مرکز قادیان سے اس علاقہ کا رابطہ قائم رہا۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) رضوان اللہ علیہم جیسے بزرگ اکثر اس علاقہ میں تعلیم وتربیت اور تبلیغ و مناظرہ کے لئے تشریف لاتے رہے۔

رام گڑھ:۔ یہ غوث گڑھ سے ملحق گاؤں تھا درمیان میں صرف ایک دس پندرہ فٹ کی گلی تھی۔ اس گاؤں میں صوفی محمد یوسف، میاں شادی مع اپنے خاندان کے احمدی ہوئے۔ صوفی محمد یوسف صاحب (والد ماجد چوہدری احمد علی صاحب کارکن خلافت لائبریری۔ ربوہ) احمد نگر ضلع جھنگ میں آکر فوت ہوئے۔ میاں شادی کے بیٹوں میں مولوی محمد یوسف صاحب فاضل و بی اے بی ٹی قادیان جاکر پڑھے۔ پارٹیشن کے بعد بھیرہ ضلع سرگودھا کے ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہوئے اور سالہا سال جماعت احمدیہ بھیرہ کے امیر جماعت رہے۔

ہمبو وال:۔ اس جماعت میں چوہدری علی شیر اور چوہدری محمد ابراہیم معہ اپنے اہل وعیال احمدی ہوئے۔ چوہدری علی شیر صاحب کی اولاد احمد نگر میں آباد ہے اور محمد ابراہیم صاحب کی چک نمبر ۳۸۔ جنوبی ضلع سرگودھا میں۔

ماچھیواڑہ:۔ یہ قصبہ موضع غوث گڑھ سے دو اڑھائی کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ یہاں سید خاندان کے حضرت سید محمد شاہ صاحب اور ان کا خاندان آباد تھا۔ سید محمد شاہ صاحب کے بھتیجے حضرت حکیم عبدالرحمٰن صاحب بھی حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی ہوئے ان کی بیعت 1904ء کی ہے جبکہ انکی عمر ۱۲ سال تھی۔ حضرت حکیم صاحب بعد میں غوث گڑھ میں ہی آباد ہو گئے اور جماعت غوث گڑھ کی تعلیم وتربیت میں خاص حصہ لیا۔ پیشہ کے لحاظ سے حکیم تھے۔ غوث گڑھ کے علاوہ قرب وجوار کے اکثر دیہات کے لوگ ان کو اپنے مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے اپنے ہاں لے جاتے تھے۔ غوث گڑھ کے خطیب اور امام الصلوٰۃ تھے۔ 1947ء میں پارٹیشن سے پہلے غوث گڑھ کی مسجد احمدیہ میں جس رقت اور آہ وزاری سے انہوں نے دعائیں کروائیں اس کا آج تک میرے ذہن پر خاص اثر ہے۔ اس وقت میری عمر 8/10 سال کی تھی۔ نمازیں اتنی لمبی اور رقت کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں کہ ہم بچے بعض دفعہ اکتا کر مسجد احمدیہ سے باہر چلے جاتے تھے اور کچھ دیر کی کھیل کود کے بعد پھر جماعت میں شامل ہو جاتے تھے۔

سید محمد شاہ صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی کے خاص شاگردوں میں سے احمدی ہوئے تھے۔ شاہ صاحب کے احمدی ہونے کے بعد بٹالوی صاحب نے ان کو خط لکھا تھا کہ وہ جلدی ہی ماچھیواڑہ آرہے ہیں میں دیکھوں گا کہ تم احمدی کس طرح رہتے ہو۔ شاہ صاحب نے یہ خط پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا اور اپنی استقامت کی دعا چاہی۔ حضور نے تحریر میں فرمایا: ''مولوی محمد حسین بٹالوی ہرگز ماچھیواڑہ میں نہیں آئیں گے۔''

اس تحریر کے بعد محمد حسین بٹالوی صاحب 35 سال زندہ رہے مگر وہ کبھی ماچھیواڑہ میں نہیں آسکے حالانکہ اس سے قبل ان کا اکثر ماچھیواڑہ میں آنا جانا رہتا تھا۔

پوٗوت:۔ یہ گاؤں بھی غوث گڑھ اور ماچھیواڑہ سے تین چار کوس کے فاصلہ پر واقعہ تھا۔ یہاں کے بزرگوں کے نام تو میرے ذہن میں نہیں ہیں البتہ ان کی اولاد میں سے عبدالرزاق صاحب۔ بابو صاحب (بعد میں سٹیشن ماسٹر (ریلوے) سے ریٹائرڈ ہوئے) چوہدری غلام رسول صاحب وغیرہ جماعت احمدیہ میں شامل تھے قیام پاکستان کے بعد یہ لوگ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہوئے۔

کوٹالہ:۔ چوہدری کوڑے خاں مانگٹ ذیلدار اور ان کا خاندان احمدیت کے نور سے متمتع ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے بچے چک نمبر ۳۱ جنوبی ضلع سرگودھا میں آباد ہوئے۔

برج:۔ میری معلومات کے مطابق یہاں صرف ایک ہی گھرانہ چوہدری ابرا صاحب (چوہدری محمد ابراہیم صاحب) کا تھا جو چک لوھٹ اور غوث گڑھ کے درمیان واقع تھا۔ ان کے بچے چک نمبر 93/TDA ضلع لیّہ میں آباد ہیں۔

چک لوھٹ:۔ اس گاؤں میں ایک بڑی اور مخلص جماعت قائم تھی اس کی راہنمائی مولوی عبدالحق صاحب فاضل نے کی جو یہاں کے امام الصلوٰۃ تھے بعد میں ان کو اپنی روزی کی وجہ سے ٹھوکر لگی اور احمدیت پر قائم نہ رہ سکے۔ مگر ایک مہربانی انہوں نے اہل دِہ پر یہ کی کہ انہوں نے تمام احمدیوں کو اکٹھا کر کے یہ بتا دیا کہ اگرچہ وہ خود احمدیت پر قائم نہیں رہ سکے مگر احمدیت سچی ہے اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اس گاؤں میں وہی پڑھے لکھے آدمی تھے باقی لوگوں کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ تھی۔ مولوی صاحب کی اس حق گوئی کی وجہ سے چک لوھٹ کے دوست احمدیت پر قائم رہے بعد میں ترقی بھی ہوتی رہی۔ حیات قدسی میں مندرج ایک واقعہ کی وجہ سے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی دعوت الی اللہ پر ایک ہی روز چوہدری خان محمد صاحب نمبردار کی سرکردگی میں آٹھ دوستوں نے بیعت کی۔ قیام پاکستان کے بعد یہ لوگ موضع ڈاور ضلع جھنگ۔ کوٹ مومن اور بھابھڑہ ضلع سرگودھا اور بستی آھیر ضلع لودھراں میں آباد ہیں۔

ٹانڈا چکلی:۔ یہاں ایک گھرانہ جس کے سربراہ چوہدری محمد اسماعیل صاحب تھے احمدی ہوئے۔ ان کے بیٹے چوہدری رحمت اللہ۔ عبدالکریم اور عبدالغفور صاحبان اس وقت چک نمبر 93/TDA ضلع لیّہ میں آباد ہیں۔ یہ غوث گڑھ کے چار پانچ میل کے اندر اندر کی جماعتیں ہیں۔ مرکزیت غوث گڑھ کو حاصل تھی۔ اس علاقہ میں احمدیت کا اثر و نفوذ زیادہ تر حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحبؓ کی پاک اور مخلص شخصیت سے وابستہ تھا۔ آپ کی وفات پر حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب گوہرؓ ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ قادیان کے مرثیے کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

تیری وہ راستی تیری دیانت تیری سچائی
تیری شفقت اخلاق تیری پاک دامانی
ان اوصاف حمیدہ نے مسخر کرلیا آخر
انہیں جو رات دن رہتے تھے محوِ شغل شیطانی
جماعت غوث گڑھ کی تیرے انفاس مقدس نے
بنائی اور دی تعلیم اخلاقی و روحانی
رہا تو جس جگہ آنکھوں میں اور دل میں جگہ پائی
دلوں پر حکمرانی کی دلوں کی کی نگہبانی

حضرت منشی صاحبؓ ۱۹۲۵ء تک غوث گڑھ میں مقیم رہے اس کے بعد ہجرت کر کے قادیان تشریف لے گئے اور دو سال کے بعد ۱۹۲۷ء اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

پیکرِ ایمان و عرفاں مہبطِ نورِ یقیں
جانِ اخلاص و مروّت نازشِ اربابِ دیں

حضرت منشی صاحبؓ نے غوث گڑھ کے احباب کو گویا اپنے پیروں کے نیچے رکھا ان کو ہر قسم کے فسق و فجور اور گرم ہوا سے محفوظ رکھا۔ جھگڑے جھمیلوں اور پولیس کی چیرہ دستیوں سے اہل دِہ کو بچائے رکھا۔ ان کی لمبی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان احمدیوں میں شرافت اور نجابت پائی جاتی ہے۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا احسان عظیم تھا کہ انہوں نے ہمیشہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت غوث گڑھ کو الگ ملاقات کا وقت دیا اور ان کی نظر عنایت ہمیشہ اس جماعت کے افراد پر رہی۔ حضور کی ذرہ نوازی تھی کہ قیام پاکستان کے بعد جماعت غوث گڑھ کو ربوہ کے جلو میں احمد نگر میں رہائش رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں اب بھی اکثریت احمد نگر ضلع جھنگ میں ہی رہائش پذیر ہے۔ یہ زمیندارہ جماعت تھی۔ حضور نے احمد نگر میں اپنی زرعی زمین کی الاٹمنٹ کے موقعہ پر ہمیشہ غوث گڑھ کے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کا خیال رکھا۔ پہلے زمین کی الاٹمنٹ کا حق ان کو دیا اور اچھی زمین ان کے لئے چھوڑ دی اور جو زمین باقی بچی وہ خود الاٹ کروائی۔

پرانے لوگ جانتے ہیں کہ زرعی لحاظ سے احمد نگر کا رقبہ بڑا ہی ناقص، کلر زدہ اور زرعی پانی کی عدم دستیابی کا شکار تھا۔ احمد نگر کی سرزمین کو بھوک کی علامت قرار دیا جاتا تھا مگر حضور کی برکت سے یہی زمین اب سونا بن چکی ہے۔ شروع شروع میں کسی نے کہا کہ حضور یہاں تو زمین کے لئے پانی بہت کم ہے یہاں زمیندارہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ حضور نے جواباً فرمایا کہ پانی احمد نگر کی گلیوں میں پھرے گا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے بارشوں، دریائی پانی اور بجلی کے ٹیوب ویلوں نے علاقہ کے لئے بافراط پانی مہیا کر دیا اور مونجی جیسی پانی کی پونگرہ فصل کا اسے گڑھ بنا دیا۔

غوث گڑھ جماعت کے چیدہ چیدہ احباب اور بزرگوں میں حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحبؓ کے علاوہ چوہدری نور محمد صاحب نمبردار، چوہدری عطا الٰہی صاحب، چوہدری سجادہ نمبردار صاحب، میاں ماہیا صاحب، میاں محمد علی صاحب، چوہدری عبدالکریم صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت حکیم عبدالرحمٰن صاحب جو صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں شامل تھے وہ جدی لحاظ سے تو ماچھیواڑہ کے رہنے والے تھے مگر ان کی مستقل رہائش اور حکمت غوث گڑھ کے ساتھ وابستہ تھی۔ یہ پڑھے لکھے بزرگ تھے۔ قادیان کے نور ہسپتال میں بھی کام کر چکے تھے۔ بہت دعا گو اور دینی کاموں میں بہت دلچسپی لینے والے تھے ان کی کامیاب حکمت نے بھی پورے علاقہ میں ان کو معزز مقام دیا تھا۔ انہوں نے دینی لحاظ اعت غوث گڑھ کی بہت خدمت کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میں نے اپنی یادداشت اور معلومات کے مطابق مذکورہ بالا چند واقعات سپرد قلم کردئے ہیں ایک وقت آئے گا جب احمدیت کا محقق اور سکالر ان مذکورہ واقعات کی ایک ایک سطر پر تحقیق کرے گا اور ان کی تفصیلات منصّہ شہود پر آئیں گی۔ انشاء اللہ

بقیہ: رپورٹ جلسہ سالانہ ناروے از صفحہ نمبر ۱۲

پروگرام وقف نو

مہمان خصوصی کے ساتھ واقفین نو بچوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں آپ نے بچوں اور بچیوں کا تربیتی اور تعلیمی جائزہ لیا۔ آپ نے بتایا کہ وقف نو کی تحریک ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۷ء میں فرمائی تھی۔ آپ نے ایک واقف زندگی کے متعلق بتایا کہ اس میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ اسی طرح اردو زبان پر عبور حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور بچیوں کو زبانوں پر عبور حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا کہ اس طرح وہ گھروں میں رہ کر ترجمہ کا کام کرسکیں گی۔

دوسرا دن اجلاس اول

دوسرے روز کے پہلے اجلاس کی کارروائی بادوباراں کی وجہ سے قدرے تاخیر سے ہوئی۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم نور احمد بولستاد صاحب نے کی۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے نارویجین ترجمہ کے بعد تقاریر ہوئیں۔

اس اجلاس میں مغربی معاشرہ اور موجودہ صورت حال کے پیش نظر عناوین کا انتخاب کیا گیا تھا اور زیادہ تر نارویجین مقررین کے لئے وقت مقرر تھا۔

مکرم بلال احمد عطا صاحب نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات بیان فرمائے جس میں بتایا کہ ایک ہادی، مجدد اور نبی کی زندگی کس قدر اعلیٰ اور ہر لحاظ سے ارفع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ ایسی مقناطیسی شخصیت پاک روحوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

دیگر مقررین میں سے مکرم ظہور احمد صاحب، مکرم فیصل سہیل صاحب، مکرم محمد محسن باسط قریشی صاحب نے جماعت احمدیہ اور جہاد، اسلام میں عورت کا مقام، عقائد مسیحیت کا تجزیہ وغیرہ موضوعات پر بہت پُرمغز تقاریر کیں۔

اس اجلاس کی آخری تقریر مکرم نور احمد بولستاد صاحب کی تھی جس کا عنوان ''اسلام اور بنیادی حقوق انسانی'' تھا۔ آپ نے ہر پہلو سے اس موضوع کا احاطہ کیا کہ ان حقوق کے ساتھ انسان پیدا ہوتا ہے اور یہ حق خدا تعالیٰ انسان کو دیتا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ انسان سے خود انسان یہ حق چھین لے۔

یہ اجلاس ساڑھے تین بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد نماز و طعام کا وقفہ تھا۔ اس دوران ہی احباب نے لجنہ کی طرف سے لگائی گئی نمائش دیکھی جو بہت عمدگی سے ترتیب دی گئی تھی۔

اختتامی اجلاس

اختتامی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کا اردو اور نارویجین ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد کلام طاہر میں سے ایک انتخاب پیش کیا گیا۔ اس سیشن میں نارویجین مہمانوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا جن میں پارلیمنٹ کے ممبر اور ڈپٹی چیئرمین Mr.Kjell اور ڈپٹی ممبر پارلیمنٹ Mr.Age Tovan کے علاوہ سابق میئر Per-o-lund اور سٹی کونسلر اوسلو Mr. Andreas Bhering اور سٹی کونسلر مسز سمیرا منیر صاحبہ شامل تھے۔

یادِ رفتگان

تمام سیاسی شخصیتوں نے اور ایک مذہبی شخصیت جن کا تعلق عیسائیت سے تھا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بارہ میں اپنے تاثرات بیان کئے۔ ان شخصیتوں میں سے اکثر کو حضور رحمہ اللہ سے شرف ملاقات رہا۔ اس موقع پر حضور رحمہ اللہ کے ناروے کے دوروں کی جھلکیاں بھی دکھائی گئیں۔ یہ ایک بڑا ہی جذباتی منظر تھا۔

اس جلسہ کی اختتامی تقریر مہمان خصوصی مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب کی تھی آپ نے ''خلافت اور ہماری ذمہ داریاں'' پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر خلیفہ ہی معزز اور محترم شخصیت ہوتا ہے۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو پھر اس کا مرتبہ اور مقام یقیناً قابل احترام ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ حالات کے مطابق خدا تعالیٰ خلفاء سے کام لیتا ہے۔ ہم پر یہ واجب ہے کہ کمال اطاعت اور فرمانبرداری سے کام بجا لاویں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالے سے اس کی تشریح فرمائی۔

جلسہ میں دو نومبایعین اور دو غیر از جماعت دوستوں نے شرکت کی۔ ایک اخباری خاتون جرنلسٹ نے مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب کا انٹرویو لیا جو اخبار میں شائع ہوا۔

اختتامی دعا کے ساتھ یہ بابرکت جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس جلسہ کی حاضری زنانہ جلسہ گاہ میں ۴۰۰۔ اور مردانہ جلسہ گاہ میں ۳۲۷ رہی۔ اس طرح کل حاضری ۷۲۷ تھی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جلسہ کی برکات سے تمام شرکاء کو وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

الفضل انٹرنیشنل کے خریداران سے درخواست ہے کہ الفضل کا چندہ اپنی مقامی جماعت میں ادا کیا کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنے AFC نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں اور ادائیگی کے بعد اپنے ملک کے شعبہ اشاعت کو ضرور مطلع فرمائیں۔ (مینیجر)

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲؍اگست ۲۰۰۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یاد میں مکرم عبدالقدیر قمر صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں دوسری جماعت کا طالبعلم تھا تو ایک کام سے پیدل گولبازار جارہا تھا۔ اچانک ایک کار میرے پاس آکر رُکی۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے پوچھا: کہاں جارہے ہو۔ پھر معلوم ہونے پر اصرار کے ساتھ مجھے کار میں بٹھایا اور مطلوبہ جگہ پہنچادیا۔ پھر آپ کی شفقت اُس وقت دیکھی جب میرے دادا مکرم میاں محمد اسماعیل صاحب بیمار ہوئے۔ وہ ہمارے خاندان میں پہلے احمدی ہوئے اور پھر اُن کی دعوت الی اللہ سے سارا گاؤں احمدی ہوگیا اور بستی احمدیہ کہلانے لگا۔ وہ اپنی ساری عمر اپنی جماعت کے صدر رہے اور ۱۹۷۱ء میں ربوہ منتقل ہوگئے۔ جب وہ شدید بیمار ہوئے تو حضورؒ جو اُس وقت ناظم وقف جدید تھے، اُن کو دیکھنے گھر تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ آپؒ کے دفتر آکر ڈسپنسر سے فلاں فلاں دوا لے لوں۔ مَیں ڈسپنسر صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ عصر کے بعد ڈسپنسری کھلے گی۔ اس پر مَیں واپس حضورؒ کے پاس گیا اور بتایا کہ دوائی عصر کے بعد ملے گی۔ آپؒ نے اُسی وقت ڈسپنسر صاحب کو بلوایا اور مجھے دوائی مل گئی جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا بھی رکھ دی۔

بچپن میں ہی ایک بار مَیں اپنے پانچ چھ دوستوں کے ساتھ گرمیوں کی ایک دوپہر کو ایک بیری کے بیر توڑنے میں مصروف تھا۔ سب ننگے سر تھے۔ اتنے میں حضورؒ تشریف لائے اور ہمیں بلایا کہ ادھر آؤ۔ ہم ڈرے کہ شاید سزا ملے گی لیکن آپؒ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ گرمیوں میں بیروں کے اندر کیڑا ہوتا ہے جس کے کھانے سے پیٹ خراب ہوجاتا ہے اور پھر ننگے سر پھرنے سے لُو لگ جائے گی۔ اتنے میں وہاں سے ایک آئس کریم والا گزرا۔ آپؒ نے اُس سے آئس کریم کا سب سے بڑا کپ ہر بچے کو دینے کا کہا۔ جب ہم آئس کریم کھاچکے تو آپؒ نے فرمایا کہ آئندہ مَیں آپ کو ننگے سر دھوپ میں پھرتے اور کیڑوں والے بیر کھاتے نہ دیکھوں۔

میرے ایک دوست جو قرضوں کے بوجھ میں اس طرح دَب گئے تھے کہ پریشانی میں اُن سے کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہ ہوسکتا تھا۔ اُن کی بیوی نے خاموشی سے حضورؒ کی خدمت میں حالات عرض کردیئے۔ پیارے آقا نے کسی تحقیق کے بغیر شفقت فرماتے ہوئے اُنہیں مطلوبہ رقم بھجوادی۔

نظام کے احترام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ربوہ میں ایک مجلس شوریٰ کے موقع پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے پیچھے پیچھے محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب آرہے تھے اور محترم ڈاکٹر صاحب کا شوریٰ کا ٹکٹ بھی آپؒ کے پاس ہی تھا۔ جب آپؒ اپنا ٹکٹ دکھا کر اندر چلے گئے تو محترم ڈاکٹر صاحب سے ڈیوٹی پر موجود کارکن نے ٹکٹ طلب کیا۔ اس پر وہ ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ چند قدم چلنے پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کو احساس ہوا تو آپؒ واپس دروازہ پر تشریف لائے اور محترم ڈاکٹر صاحب کا ٹکٹ دکھا کر کہا کہ انہیں آنے دیں۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہا۔

مضمون نگار کو اسیر راہ مولیٰ رہنے کی سعادت بھی عطا ہوئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اسیری کے سالوں میں حضورؒ نے جس طرح شفقت کی بارش مجھ پر اور میرے خاندان پر برسائی اور جس جس طرح دلجوئی فرمائی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپؒ کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور عمرقید ہونے کے بعد جلد ہی معجزانہ رہائی کے سامان پیدا فرمادیئے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۹؍اگست ۲۰۰۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بے پایاں شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے مکرم منیر ذوالفقار چودھری صاحب رقمطراز ہیں کہ خلافت سے قبل حضورؒ اکثر ناصر آباد (سندھ) تشریف لایا کرتے تھے اور خلیفہ منتخب ہونے کے بعد یہاں کے تین دورے فرمائے۔

یہاں کے مکینوں سے بہت پیار فرمایا کرتے۔ اس پیار کا اظہار آپؒ کے خطوط سے بھی ہوتا۔ ایک خط میں میرے نام تحریر فرمایا: "مَیں تمہارے لئے شہادت کی نہیں بلکہ ایک کامیاب و کامران مقبول خدمت دین کی توفیق پانے والے غازی بننے کی دعا کرتا ہوں۔ اپنے پیاروں کی شہادت کا ابتلاء صبر کا کڑا امتحان لیتا ہے۔ بس یہی دعا کرو کہ اللہ میرے صبر اور حوصلہ کو سلامت رکھے۔ ابا امّی اور سب احباب جماعت اور خواتین اور بڑوں اور چھوٹوں کو میرا محبت بھرا اسلام۔ ان "بابوں" کو بھی جن سے مسجد میں بیٹھ کر دو پیار کی باتیں کرلیا کرتا تھا۔ ان نوجوانوں کو بھی جنہیں دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اور ان بچوں کو بھی جن سے مجھے بہت پیار تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر راہ مولا میں دکھ اٹھانے والوں مگر سر نہ جھکانے والے احمدیت کے سپوتوں کو"۔

ایک اَور خط میں تحریر فرمایا: "ناصر آباد تو ہم چھ حصہ داروں کا ہے مگر ناصر آباد والے میرے ہیں۔ میرے ناصر آباد والوں کو میرے دل کی محبت پہنچاسکتے ہو تو پہنچادو۔ ان بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو میرا پیار پہنچادو جن کے ساتھ بیٹھ کر میرے دل کو تسکین ملا کرتی تھی۔ ان کی غربت اور ان کی سادگی اور ان کا خلوص میرے دل کا سودا کرچکے ہیں"۔

حضرت اویس قرنیؒ

حضرت اویس قرنیؒ کا شمار اہل تصوف کے عظیم مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپؒ اگرچہ آنحضورﷺ کی صحبت سے فیض نہ پاسکے لیکن آپؒ کو حضورؐ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب ایک غزوہ میں آنحضورﷺ کا ایک دانت شہید ہوا تو آپؒ نے باری باری اپنے سارے دانت آنحضورﷺ کی محبت میں اکھاڑ دیئے کہ پتہ نہیں میرے آقا کا کونسا دانت شہید ہوا ہے۔ آپؒ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ آنحضورﷺ کے دیدار کا شرف حاصل نہ کرسکنے کی دو وجوہ ہیں۔ ایک وجہ تو غلبہ حال تھی جبکہ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپؒ کی والدہ ضعیف اور آنکھوں کی روشنی سے محروم تھیں۔ اُن کی خدمت کیلئے آپ کو اپنی والدہ کے پاس حاضر رہنا پڑتا تھا۔

آنحضورﷺ نے ایک دن صحابہؓ سے فرمایا کہ قرن میں اویس نام کا ایک عظیم شخص ہے جو قیامت کے دن مضر اور ربیعہ کے ریوڑوں کی تعداد کے برابر میری امّت کی شفاعت کرے گا۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میرے بعد تم اُسے ملوگے، وہ میانہ قد اور لمبے بالوں والا شخص ہوگا۔ اس کے پہلو پر بمقدار ایک درہم سفید نشان ہوگا اور اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر بھی برص کی طرح سفید داغ ہوگا۔ جب تم اُسے ملو تو میرا یہ جبّہ اور سلام اُسے پہنچاکر کہنا کہ وہ میری امّت کے حق میں دعا کرے۔

آنحضورﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اکٹھے مکہ معظّمہ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ کے دوران اہل نجد سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ کیا تم میں کوئی قرن سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ چند آدمی آگے آئے تو آپؓ نے اُن سے حضرت اویس قرنیؒ کے بارہ میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اویس نام کا ایک دیوانہ ہے جو نہ آبادی میں آتا ہے اور نہ کسی سے میل جول رکھتا ہے۔ اس کی خوراک بھی عام لوگوں سے مختلف ہے، اُسے خوشی و غم کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ صحراء میں ہمارے اونٹوں کے پاس ملے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وہاں سے چلے اور حضرت اویس قرنی کے پاس پہنچ گئے جو نماز پڑھ رہے تھے۔ دونوں نے انتظار کیا تاکہ آپؒ نماز سے فارغ ہوں۔ آپؒ نے نماز سے فراغت کے بعد دونوں حضرات کو سلام کیا اور اپنی ہتھیلی اور پہلو کے نشانات انہیں دکھائے۔ دونوں نے آپؒ سے دعا کی خواہش کی اور آنحضورﷺ کا جبہ مبارک اور سلام پہنچایا۔ دونوں کچھ دیر وہاں موجود رہے اور پھر حضرت اویس قرنیؒ نے فرمایا کہ آپ حضرات نے تکلیف کی ہے، اب آپ واپس تشریف لے جائیں۔ قیامت قریب ہے، وہاں ہمیں وہ ملاقات نصیب ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ مَیں اس وقت قیامت کے سفر کا سامان تیار کر رہا ہوں۔ چنانچہ دونوں واپس آگئے۔

اس کے بعد حضرت اویس قرنی کوفہ چلے گئے۔ وہاں ایک بار آپؒ کو حضرت ہرمؒ بن حیان نے دیکھا جو خود بھی ایک بلند پایہ بزرگ تھے۔ وہ جب حضرت اویس قرنیؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپؒ دریائے فرات کے کنارے وضو کررہے تھے۔ حضرت ہرم نے سلام کیا تو آپؒ نے فرمایا: وعلیکم السلام، اے ہرم بن حیان۔ حضرت ہرمؒ نے حیرت سے پوچھا کہ آپؒ نے مجھے کیونکر پہچانا؟۔ آپؒ نے فرمایا کہ میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا ہے۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد آپؒ نے حضرت ہرم کو واپس کردیا۔

بعد میں جب حضرت علیؓ کی اپنے مخالفین سے جنگ شروع ہوئی تو حضرت اویسؒ اچانک ظاہر ہوگئے اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ آپؒ کا مزار دمشق میں ہے۔

ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" ربوہ اگست ۲۰۰۳ء میں یہ مضمون مکرم افتخار احمد سیام صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

ماہنامہ "اخبار احمدیہ" لندن مئی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم محمد افضل خان ترکی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

جنوں کے مرحلے عقل و خرد سے دُور ہوں گے
فراست کی نظر ہو، نُور سے معمور ہوں گے
خلافت ہی وہ طاقِ جلوۂ حسن یقیں ہے
ضیاء سے جس کی، اندھیرے سبھی کافور ہوں گے
بہاروں کی برات آئی ہے دیکھو گلستاں میں
کلی دل کی کھلے گی، باغباں مسرور ہوں گے

ماہنامہ "اخبار احمدیہ" لندن جولائی/اگست ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم آدم چغتائی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

خندہ دل، خندہ جبیں، مہر و محبت کا بھی پیکر ٹھہرے
کارواں پیار کا آئے تو اُسی شخص کے گھر پر ٹھہرے
اس کو منظور ہوا جادۂ تسلیم و رضا تیرے بعد
مسندِ اوجِ خلافت پہ بھی منصور کا ہی پسر مبشر ٹھہرے
جو کبھی عظمتِ آدم کے چمکتے تھے فروزاں جلوے
تیرے محبوبؐ کی تائید و تقدس کے شناور ٹھہرے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 | Friday, December 12, 2003 | Issue No. 50

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

جنگ عراق میں ایک احمدی ڈاکٹر کے زندہ ہونے کا بذریعہ خواب انکشاف

پہلی جنگ عظیم کے دوران ایک احمدی ڈاکٹر مطلوب خان صاحب فوج میں ڈاکٹر تھے۔ اور جنگ عراق میں شامل تھے کہ قادیان میں ان کی وفات کی اطلاع ملی مگر حضرت مصلح موعودؓ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ ''مطلوب خان صاحب میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مَیں تین دن دفن رہ کر پھر زندہ ہو گیا ہوں''۔ چنانچہ مطلوب خان کا تار بھی آ گیا کہ ''گھبراؤ نہیں مَیں زندہ ہوں''۔ اس پراسرار خواب کی عملی تعبیر کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے بتایا کہ:

''بات یہ ہوئی کہ عربوں سے انگریزی فوج کے ساتھ یہ ڈاکٹر تھے انہیں عرب گرفتار کر کے لے گئے لیکن کوئی اور ڈاکٹر دوسری فوج سے آیا تھا۔ اس کی لاش کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے انگریزی افسران کو یہ دھوکہ لگا کہ مطلوب خان مارے گئے ہیں اور انہوں نے ہندوستان اُن کی موت کا تار دے دیا۔ عربوں کے ہاں قیدی رکھنے کا تو کوئی انتظام تھا نہیں۔ اغلباً وہ انہیں قتل کر دیتے لیکن خدا تعالیٰ نے یہ سامان کیا کہ ایک ہوائی جہاز نے اس گاؤں پر گولہ باری کی جس میں یہ قید تھے۔ گاؤں کے لوگ بھاگ گئے اور مطلوب خان کو بھاگنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے واپس آ کر اپنے عزیزوں کو اپنی سلامتی کا تار دیا۔ **خواب میں جو مجھے بتایا گیا تھا کہ تین دن ہوئے وہ زندہ ہو گئے اس سے مراد اُن کی قید سے رہائی تھی جو اُن کے لئے دوسری زندگی ہی تھی کیونکہ وہاں رہتے تو ضرور مارے جاتے''**۔ (انوار العلوم جلد ۱۳ صفحہ ۴۴۰۔

ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن اشاعت مارچ ۲۰۰۳ء)

❁❁❁❁❁

بیس سالہ دعاؤں کی فوری قبولیت کا ایمان افروز واقعہ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک بزرگ سالہا سال سے روزانہ ایک دعا کیا کرتے تھے اور روزانہ ہی ان کو جواب ملتا تھا کہ تیری یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ ایک دفعہ ان کا کوئی مرید ان کے پاس آ کر رہا۔ رات کے وقت انہوں نے دعا کی تو یہی آواز آئی جو مرید کو بھی سنائی دی۔ وہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے بزرگ ہیں اور جواب ایسا ملا ہے۔ اگلے روز پھر انہوں نے دعا کی اور پھر وہی جواب ملا جو مرید نے بھی سنا۔ تیسرے دن جب وہ دعا کرنے لگے تو مرید نے کہا کہ بے شرمی کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ دو دن سے ایسا جواب مل رہا ہے اور آپ پھر وہی دعا کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے وقوف میرا کام دعا کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کا قبول کرنا یا نہ کرنا، مَیں اپنا کام کئے جاتا ہوں وہ اپنا۔ اسی وقت **ان کو الہام ہوا کہ ہم نے تیرا استقلال دیکھ لیا ہے اور تیری بیس سالہ سب دعائیں قبول ہیں''**۔ (انوار العلوم جلد ۱۳ صفحہ ۴۳۰۔

ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن اشاعت مارچ ۲۰۰۳ء)

❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ ناروے کے ۲۱ ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کی بطور مرکزی نمائندہ شمولیت

(رپورٹ: چوہدری افتخار حسین اظہرؔ۔ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ناروے)

ماہ ستمبر ناروے کے موسم کے لحاظ سے خزاں کا موسم ہے لیکن جماعت احمدیہ ناروے کے لئے بہار کا کیونکہ اسی مہینہ میں جماعت احمدیہ ناروے کا جلسہ سالانہ منعقد ہوتا ہے۔ جوں جوں جلسہ کے ایام قریب آتے ہیں مسجد نور میں گہما گہمی نظر آنے لگتی ہے۔ چاک و چوبند خدام، جواں ہمت انصار اور لجنہ اماء اللہ بڑی سرعت اور مستعدی سے اپنے اپنے کام سنبھال لیتے ہیں۔ امسال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مرکزی نمائندہ اور مہمان خصوصی مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کو ہمارے جلسہ کو رونق بخشنے کے لئے بھجوایا۔ مکرم امیر صاحب ناروے مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب نے مکرم چوہدری صاحب کے استقبال کے لئے نمائندہ سویڈن بھجوایا جو آپ کو بذریعہ کار ناروے لائے۔

مکرم چوہدری صاحب نے ۱۹؍ستمبر کو خطبہ جمعہ میں تربیت اولاد کے سلسلہ میں احباب کو توجہ دلائی اور قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کیا کہ والدین کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ وہ خود کو آگ سے بچانے کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی دوزخ کی آگ سے بچائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں، قرآن کریم کی تلاوت کا عادی بنائیں اور جتنی تلاوت کریں اس کا ترجمہ بھی پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح فرمایا کہ تربیتی لحاظ سے یہ بھی ضروری ہے کہ بچے رات کو جلدی سوئیں تا کہ جلدی اٹھ سکیں۔

جلسہ کا پہلا دن

جلسہ سالانہ ۲۰؍ستمبر کو Tukerud سکول اوسلو میں منعقد ہوا۔ جلسہ کی افتتاحی تقریب ٹھیک گیارہ بجے لوائے احمدیت لہرانے سے ہوئی۔ مہمان خصوصی مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ امیر صاحب ناروے نے نارویجین جھنڈا لہرانے کے لئے آپ کی معاونت فرمائی۔ خدام نے اس تقریب کے وقت 'صَلِّ عَلٰی' اور ترانہ 'پرچم صبر و ایماں' پڑھا۔

اجلاس اول

پہلے اجلاس کی صدارت مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب مہمان خصوصی نے فرمائی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور اس کے اردو اور نارویجین ترجمہ کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا منظوم کلام پیش کیا گیا۔ بعدہٗ مکرم امیر صاحب ناروے نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا جس میں حضور نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ عیب چینی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرنا بری بات ہے۔ اپنے بھائیوں سے ہمدردی کا تعلق رکھیں۔ حضور انور نے اپنے پیغام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام کا حوالہ بھی دیا جس کا لب لباب یہ ہے کہ لوگوں کی بھلائی کے لئے تیار رہیں۔ نالائق لوگوں کی طرح نہ بنیں۔ ایسے بنیں کہ آپ کی برکات دنیا میں پھیلیں۔

افتتاحی تقریر میں مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب نے فرمایا کہ جلسہ کا آغاز ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا جس میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۷۵ تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''آسمانی فیصلہ'' سے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس جلسہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام حاضر احباب سے مصافحہ کیا۔ آپ نے جلسہ کی بارہ اغراض پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں اور فرمایا کہ حضرت مسیح پاکؑ نے احباب جماعت کے لئے اس موقعہ پر بہت درد کے ساتھ دعائیں کیں۔

آپ نے اپنے خطاب میں نمازوں کی پابندی سے ادائیگی پر زور دیا اور فرمایا کہ جو بات آنحضرت ﷺ پر فرض تھی وہ ہم پر بھی فرض ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ نہایت ہی لازمی ہے۔ تبلیغ کا عمل اگرچہ صبر آزما ہے لیکن اس کے سوا چارہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبات دعوت الی اللہ کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

اجلاس دوم

اجلاس دوئم کی صدارت مکرم زرتشت منیر صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے نے کی۔ تلاوت قرآن اور عربی قصیدہ کے بعد مکرم سید کمال یوسف صاحب سابق مبلغ سلسلہ نے 'آنحضرت ﷺ امن کا پیغمبر' کے موضوع پر تقریر کی اور سورۃ الاحزاب کی آیات کی روشنی میں بتایا کہ حضورؐ نے ہر چند دکھ اور تکالیف اٹھانے کے باوجود دشمنوں کے لئے دعائیں ہی کی ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ کی تعلیم سے بھائی بھائی بن گئے۔

اس کے بعد مکرم فواد محمود خان صاحب نے ''برکات خلافت'' پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح انسانیت نے خلافت سے فیض پایا۔

اجلاس دوم کی آخری تقریر مکرم نیشنل امیر صاحب کی تھی جس کا عنوان تھا ''مغربی معاشرہ میں تربیت اولاد کے مسائل اور ان کا حل''۔ مکرم امیر صاحب نے قرآنی آیات کے حوالے سے بتایا کہ اس ملک میں آزادی ہے لیکن نماز اور اسلامی شعائر پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن دجال کا فتنہ موجود ہے۔ اس فتنے سے بچنے کے لئے تدابیر اختیار کریں لیکن دعا کا ہتھیار استعمال کرنا لازمی ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات پر بھی پیش کئے۔ اسی طرح آپ نے انٹرنیٹ کے استعمال کے متعلق بھی حضور انور ایدہ اللہ کے بیان فرمودہ ارشاد کی طرف توجہ دلائی کہ والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی اس سلسلہ میں نگرانی کریں۔

پہلے روز اجلاس کی حاضری مردانہ جلسہ گاہ میں ۳۱۵ اور زنانہ جلسہ گاہ میں ۳۷۸ تھی اس طرح کل حاضری ۶۹۳ رہی۔ الحمد للہ۔

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔